آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ⁂ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۴ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۹

مطابق ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۳ھ

چندہ سالانہ

ماہواری اس کا

فہرست مضامین

کامل مذہب	۳۲۱-۳۳۵
ہستی باری کا ثبوت خلقت انسانی سے	۳۳۵-۳۳۸
مرسل ربانی احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۳۹-۳۴۶
ریویو آف ریلیجنز کے سابق ایڈیٹر کے سابقہ عقاید	۳۴۶-۳۶۲
قابل تقلید نمونہ	۳۶۲
گوشوارہ	۳۶۳-۳۶۴

Digitized by Khilafat Library

اُردو قاعدہ

قاعدہ یسرنا القرآن حصہ سوئم جو اُردو پڑھنا سیکھنے کے لئے قاعدہ مذکور کی طرز پر ہے بعد ترمیم چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ جیسے یہ قاعدہ عربی پڑھنے کے لئے مفید ہے ویسے ہی یہ حصہ اُردو کیلئے بھی مفید ہے۔ ایسا ہی قاعدہ یسرنا القرآن مکمل اور حصہ اوّل۔ اور اس قاعدہ کی طرز تحریر اور رسم خط کے پانچ پارہ موجود ہیں۔ جنہیں بچے نہایت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں قیمت مکمل قاعدہ ۲ر حصہ اوّل ۱۰ر حصہ سوئم ۱ر اور فی پارہ ۱ر ہے۔ کتاب مرقات الیقین فی حیٰوۃ نور الدین رض کی قیمت عہ ہے۔ اور یہ ساری کتابیں دفتر میگزین سے مل سکتی ہیں؛

شرح اُجرت اشتہارات رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		چوتھائی صفحہ		ایک سطر	
	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو
سالانہ	للعہ	للعہ	دعیہ	دعیہ	دعیہ	دعیہ	سے ر	سے ر
ششماہی	دعہ	دعہ	دعہ	دعہ	عہ	عہ	عہ ۱۲ر	عہ ۱۲ر
سہ ماہی	دعہ	دعہ	عہ	عہ	ہہ ر	ہہ ر	عہ ر	عہ ر
ایک	لیے ۸ر	لیے ۸ر	للعہ ر	للعہ ر	سے ر	سے ر	۸ ر	۸ ر

تمام درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہئیں۔ قیمت عہ ر باٹلی والا کی مقوی گولیاں ضعفِ دماغ۔ ضعفِ اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلئے بہت مفید ہیں قیمت ۸ر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۴ر باٹلی والا کا داد کا مرہم جو پھوڑے پھنسیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۴ر تمام بڑے دوا فروشوں سے یا ذیل کے پتے سے مل سکتی ہے۔

Dr. H.L. Batli wala and sons worli Bombay

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کامل مذہب نمبر (۴)

(رقمزدہ پروفیسر مولوی عطاء الرحمٰن صاحب ایم۔اے)
انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔
سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو گذشتہ نمبر ریویو

مضمون ہذا کے گذشتہ نمبر میں ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ اخلاقی زندگی کسے کہتے ہیں اور اس زندگی کا حیوانی و طبعی زندگی سے کیا اختلاف ہے۔ اب ہم نمبر زیر قلم میں اسی موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں؛

روحانیت کی تکمیل کے لیئے بہ سبیل ارتقا جو تین مدارج مقرر ہیں اُن میں سے درمیانی درجہ کا نامُ اخلاقی زندگی ہے۔ اس زندگی میں حیوانی اور روحانی ہردو اقسام زندگی کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ انسان خواہش و احتیاج کی زندگی کے ہفتخوان کو طے نہ کرلے وہ کامل روحانی آزادی حاصل نہیں کرسکتا۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ اخلاقی جد و جہد کے اکھاڑے میں پہلوانوں کی طرح اُترے اور پھر روحانی شفاخانہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو کر اُن زخموں پر مرہم لگوائے جو میدان مقابلہ میں اُس کے جسم پر آئے ہیں اور آخرش صحیح و سالم گوہر مقصود کی تحصیل سے مالا مال ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جن تین مدارج زندگی کا خدائے تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے اُن میں سے درمیانی درجہ کا نام اخلاقی زندگی ہے اور وہ تینوں مدارج باصطلاح فرقان حمید نفس امّارہ نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ کے نام سے موسوم ہیں۔ خواہش و سرکشی کی زندگی کا نام نفس امّارہ ہے۔ جد و جہد کے عالم کا نام نفس لوّامہ ہے اور آخری حالتِ اطمینان کا نام نفس مطمئنہ رکھا گیا ہے۔

قرآن کریم ان تینوں مدارج کو عبور کرانے میں رہنمائی کرتا ہے اور وہ راستے بتاتا ہے جنپر چلکر طالبِ حق زمین پر رہکر آسمانی زندگی کا حظ اُٹھاتا ہے اور تشخصات کے دام سے نجات حاصل کرتا ہے۔

پہلا درجہ

روحانیت کے کعبہ کی زیارت کا شوق رکھنے والے نفوس کو حریم قدس کے سفر میں جو پہلی منزل پیش آتی ہے اُس کا ذکر اللہ تعالےٰ کی کتاب نے مفصلہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے

وَمَآ اُبرِّیُٔ نَفْسِیْ اِن النفس لامّارۃ بالسُّوٓءِ الا ما رحم ربی اِنّ ربّی غفورٌ رَّحِیْمٌ ہ (یوسف رکوع) ترجمہ۔ اور میں پاک نہیں کہتا اپنے نفس کو۔ نفس تو سکھاتا ہی بُرائی مگر جو رحم کیا میرے ربّ نے۔ بے شک میرا ربّ بخشنے والا ہے مہربان۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم نے اُس قوّت کو جس کا سکّہ و خطبہ قالب انسان کے اندر آباد ہونے والی مختصر دنیا میں رائج ہے۔ نفس امّارہ یا سرکش روح کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ گردن فراز قوّت ہمیشہ فطرت صحیحہ کی حکومت سے بغاوت کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور انسان کو بدی کی ترغیب دلاکر گمراہی کے راستہ کی طرف بلاتی ہے۔

نفس امّارہ و غیرہ

جو شخص نفس امّارہ کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھتا ہے اُس کی زندگی مسلسل و موزون کڑیوں کا سلسلہ نہیں ہوتی بلکہ غیر مسلسل تجارب اور نفسانی خواہشات نیز غیر متصل احساسات و خیالات کا مجموعۂ بے ترتیب ہوتی ہے زندگی کی اس منزل میں ملک عدم کا مسافر خود ضبطی کی قُوّت محترمہ سے محروم ہو جاتا ہے اور کُلیتہً بندۂ نفس ہو کر نفسانیت کا غلام بنجاتا ہے۔ وہ اُس کمزور درخت کے مشابہ ہوتا ہے جس کی جڑیں گہری نہ ہوں اور جو ہوا کے تیز جھونکوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہو۔ اور جسکی نسبت ہر آن یہ خطرہ لاحق

ہو کہ طوفانِ باد کی آمد اس کے لیئے ہلاکت کا فرشتہ ہوگی اور اس کی کمزور جڑوں کو زمین سے باہر نکال پھینکے گی - یا یوں کہو کہ نفس امّارہ کا فرزند محض بندۂ خواہشات ہوتا ہے جذبات کی امواج اُسے تھپیڑے دیکر جس طرف چاہیں دھکیل دیتی ہیں -

تامل سے کام لینا چاہیئے

حکماء نے کہا ہے کہ جو 'تامل' کرتا ہے وہ بچ جاتا ہے لیکن وائے برحالش کہ بندۂ نفس 'تامل' کے وصف حمیدہ سے بھی عاری ہوتا ہے - اُسکے بچاؤ کی صورت بجز فضل ایزدی اور کوئی نہیں وہ کوتاہ اندیشی سے سرعت وتیزی کے ساتھ اُس راستہ پر قدم مارتا چلا جاتا ہے جسکی منتہا حفرۂ تباہی ہے اس راستہ میں اگر کوئی ہاتھ اُسکی دستگیری کرسکتا ہے یا اگر کوئی طاقت اُسکی رہنمائی کا موجب ہوسکتی ہے تو وہ فضل الٰہی اور رحمت باری ہے، اور جو وجود اس فضل ورحمت کا جاذب نہیں وہ یقیناً تباہی وبربادی کا نشانہ کار اور ہلاکت کا نشانہ ہے - اُس شخص کو لازم ہے کہ جب اُسکے قلب میں خواہشات وشہوات کی لہریں موجزن ہورہی ہوں اور جب جذبات کا تیز طوفان اُسکے قلب کے مطلع پر اپنے تباہ کُن جھونکوں کے ساتھ چل رہا ہو تو وہ اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگے اور فطرت صحیحہ یا پاک ضمیر کی مدد سے یہ سعی کرے کہ خواہشات کے آغاز اور اُنپر عمل پیرا ہونے کے درمیان تامل سے کام لیلے -

پاک ضمیر کی حکومت

اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور ضمیر کی آواز پر غور کرنا ضروری نہیں سمجھتا تو پھر اسکی زندگی محدود وغیر مسلسل ہے اور کم وبیش حیوانی زندگی کے مشابہ ہے کیونکہ گو اللہ تعالےٰ نے اُسے ایک عالمگیر قوّت تمیز اور پاک ضمیر عطا فرمائی ہے اور اُسکے لیئے موقعہ تھا کہ اُسکے وجود سے فائدہ اُٹھاتا مگر اُس نے کفرِ نعمت کیا اور اس خداداد طاقت کی حکومت کو اپنے نفس پر حکمران بنانے کی بجائے اُس سے سرکشی اختیار کی اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ انسان ہوکر حیوان کے درجہ پر گرگیا - پس ہر شخص جو یہ چاہے کہ وہ روحانیت کی منازل کو کامیابی کے ساتھ طے کرے اُس کا فرض ہے کہ وہ خواہشات وشہوات کے جذبات کا دام ہوجانے کی بجائے اپنا آپ بادشاہ بنے اور تمام جذبات وقویٰ کی فوج کو قوّت تمیز یا پاک ضمیر کے زیر کمان کردے کیونکہ بقول حکیم کیرڈ طبعی خواہشات وجذبات کی انتہائی غرض تو محدود ومخصوص ہے مگر برعکس ازیں جس منزل مقصود کی طرف قوّت تمیز لیجانا چاہتی ہے وہ عالمگیر اور غیر محدود ہے،

خواہشات وشہوات کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ جذبات کی فوری سیری ہو جائے اور بس۔ ہر ایک مخصوص خواہش کا تقاضا ہوگا کہ وہ مجھے اپنے اندر جذب کرلے۔ اُسے ماضی ومستقبل سے کوئی تعلق نہیں اُسکی غرض محض یہ ہے کہ مَیں وقتی جذبہ کا مطیع ہو کر پا بزنجیر ہو جاؤں"۔ غرض یہ کہ جو شخص اخلاقی وروحانی ترقیات سے ملاقی ہونے کی آرزو رکھے اُس کا فرض ہے کہ وہ نفس امّارہ کا مقابلہ کرے غور وفکر وتامّل سے کام لے۔ وقتی جذبات کا شکار نہ ہو جائے۔ فطرت صحیحہ کی (جسے پاک ضمیر یا قوت تمیزہ بھی کہ سکتے ہیں) اطاعت کرے۔

دوسرا درجہ کشمکش کا نقشہ

اب ہم روحانی زندگی کی دوسری ارتقاکی منزل کو لیتے ہیں اس کا نام اخلاقی زندگی یا نفس لوّامہ ہے اور اسکی نسبت حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتے ہیں:- ولا اُقسِم بالنفس اللوّامة یعنی ہم کو قسم ہے اُس نفس کی جو اپنے تئیں ملامت کرتا ہے (سورہ حشر رکوع ۱)۔ اب واضح رہے کہ انسان کی روحانی ترقی میں یہ درجہ بعض وجوہات کے باعث نہایت مشکل اور سخت ہے اسکے حصول کے لیئے غیر معمولی جرأت وشجاعت درکار ہے جونہی کہ عصائے حکومت نفس امّارہ کے ہاتھ سے نکل کر نفس لوّامہ کے سپرد ہوتا ہے وہیں اقلیم قلب میں ایک طوفان بپا ہو جاتا ہے اور اگر ایسے متلاطم سمندر میں جہاز کو ہوشیاری سے نہ چلایا جائے تو یقیناً بربادی وتباہی کا خطرہ ہوگا۔

سعی و دعا کی ضرورت

اور یاد رہے کہ روحانی ترقی کے راستہ میں جب تک آسمان کی امداد ساتھ نہ ہو محض ہوشیاری چنداں مفید نہیں ہو سکتی اسلیئے خدائے تعالیٰ کا سپاہی جب داؤد کی طرح میدان دعا میں اُترے تو اُسکو لازم ہے کہ نہ صرف اپنی سعی و طاقت سے جالوت کا مقابلہ کرے بلکہ دست بدعا ہو کر اپنے قادر وقیوم خدا سے بھی استقامت طلب کرے یہ زمانہ طالبِ مولیٰ کی آزمائش کا زمانہ ہے اسکی جدوجہد کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا۔ دشمن کا لشکر اُسکے گردو پیش یورش کر رہا ہے اُس کا کام اب یہ ہے کہ شیاطین کی دھمکیوں کو خیال میں نہ لائے۔ اگر اُس سے کہا جائے کہ تیرا گوشت ہوا کے پرندوں اور جنگلی درندوں کو بانٹا جائیگا تو اس کا بہترین جواب خدا کے سپاہی کی طرف سے یہ ہونا چاہیئے کہ وہ پوری دلجمعی اور جرأت ودلیری کے ساتھ اپنی فلاخن اور پتھر اُٹھائے

اور اللہ پر بھروسا کر کے دشمن کی طرف قدم بڑھاتا چلا جائے اور اُسکو مخاطب کر کے اسطرح کہتا ہے "تُو تلوار اور برچھا اور سپرے کے میرے پاس آتا ہے - پر میں ربّ الافواج کے نام سے جو اسرائیل کے لشکروں کا خدا ہے جسے تُو نے ذلیل کیا تیرے پاس آتا ہوں" (۱ سموئیل ۱۷: ۴۵)

بیقراری و اطمینان قلب

جب خدا کا بہادر سپاہی جنگ سے فارغ ہو چکتا ہے میدانِ کارزار کا مشغول نظارہ بند ہو جاتا ہے اور فتح کا کامیاب تاج فاتح کے فرق پر زینت دیتا ہے تو اس فتح کا جو ثمرہ وہ نبرد آزما کو ملتا ہے اُس کا نام اطمینانِ قلب ہے یہ اطمینان قلب اُس تسلّی و اطمینان سے بالکل جُدا گانہ ہے جو کہ گھاس چرنے والے مویشی کو حاصل ہوتا ہے اور اشتہائے جسمانی کی سیری کا نتیجہ اور حیوانی زندگی کا اعلیٰ مگر انسانی زندگی کا ادنیٰ و ابتدائی مرحلہ ہے - گویا یوں کہنا چاہیئے کہ ملامت کرنیوالے نفس یعنی نفس لوّامہ کی حالت میں جو کشمکش اور جد و جہد پیدا ہوتی ہے وہ دراصل اس امر کا نتیجہ ہوتی ہے کہ نفس اب حیوانی زندگی کے اطمینان پر مطمئن نہیں وہ محسوس کرتا ہے کہ انسانی زندگی کا منتہیٰ یہ اطمینان نہیں بلکہ کوئی اور ہے - اسی لیئے اُس کے اندر ایک بیقراری اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ میری زندگی کی غرض محض جذبات طبعی کی سیری نہیں بلکہ اسکے ماسوا کچھ اور ہے - اس سیری و تسلّی پر وہ ایک غیر مطمئن نظر ڈالتا ہے اور آخرش سخت مقابلہ اور جہاد کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ پہلی زندگی ایک وحشیانہ اور محض حیوانی زندگی تھی کیونکہ "اگر حیوانی جذبات و خواہشات ہی انسان کی زندگی کا آغاز و انجام ہوتیں تو پھر انسانی طبیعت میں بے قراری و بے چینی کا کوئی عنصر نہ ہوتا - بلکہ اسکی جگہ جذبات طبعی کی سیری کے بعد تسلّی و اطمینان ہوتا ہاں ایسا اطمینان ہوتا جیسا کہ چارہ کھانے کے بعد مویشی کو ہوتا ہے - مگر حقیقۃً یہ بات نہیں - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو طاقت انسان کو روحانی وجود بناتی ہے وہی اُسکے اندر بے قراری و بے چینی پیدا کرتی ہے - ہاں یاد رہے کہ قوّت تمیز میں ہی روحانی بے قراری کے اسرار مضمر ہیں" (کیرڈ)

تیسرا درجہ یا نفس مطمئنہ

اب ہم روحانی ترقی کی تیسری منزل کا ذکر کرتے ہیں یہ منزل ہماری طبعی زندگی میں آخری درجۂ ارتقا ہے اور یہاں پہنچکر روحانی سمندر کا طے کرنیوالا مسافر

دیکھتا ہے کہ متلاطم پانی اب سکون کی حالت میں ہیں اور امواج بحر سے تھپیڑے کھانے والا جہاز پورے امن و اطمینان کے ساتھ بندرگاہ میں لنگر زن ہے اسی لیئے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم نے اس روحانی حالت کا نام نفس مطمئنہ رکھا ہے اور فرماتا ہے یٰاَیَّتُھَا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃً مرضیۃً فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی۔ ترجمہ ۔ اے اطمینان یافتہ نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر تو اُسپر راضی ہے اور وہ تیرے ساتھ راضی ہے ۔ پس تو میرے خدام میں داخل ہو اور میری جنّت میں داخل ہو" سورۃ الفجر پارہ ۳۰

نفس مطمئنہ کی حالت

اس حالت میں طالب حق پر ایک کامل تغیر وارد ہوتا ہے وہ اپنی سابقہ زندگی کی کینچلی کو اُتار پھینکتا ہے اور نئی زندگی کا لباس زیب تن کرتا ہے اُسکی روح کی بیقراری کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ اب اپنے تئیں کامل اطمینان و تسلّی کی حالت میں پاتا ہے ۔ لاریب اُسپر ایسے وقت بھی آتے ہیں جبکہ اُسے اپنی سابقہ زندگی کی حالت یاد آتی ہے مگر یہ یاد اُسکی نظر میں محض ایک گذشتہ خواب کی سی یاد ہوتی ہے ۔ گناہ بعض اوقات اُسکی روح کے جھروکوں میں سے جھانکتا ہے مگر اسے جرأت نہیں کہ اُسکے اندر قدم رکھ سکے ۔ ایسا شخص اپنے ناقابل تسخیر قلعہ میں استقامت و استقلال کے ساتھ اقامت گزین ہوتا ہے اور گناہ کی دلکش اداؤں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ ایسی حالت کا ملاحظہ کرکے گناہ کی فسوں سازنازنین ناامیدی اور مایوسی کے ساتھ واپس ہوجاتی ہے اور نفس مطمئنہ رکھنے والا انسان اُسکی آیندہ دستبرد سے محفوظ رہتا ہے یہ شخص اب خدائے تعالیٰ سے اسقدر قریب ہوتا ہے اور ذات باری سے اُسکو اسقدر لگاؤ ہوتا ہے کہ وہ لن ترانی کی بجائے تجلی کا ملاحظہ کرتا ہے ۔

نعم و لا

کارلائل نے اپنی کتاب 'دانائے چلسیا' میں 'دائمی لا' اور 'دائمی نعم' کے اب باندھے ہیں ۔ اور درحقیقت جو شخص نفس مطمئنہ رکھتا ہے اُسکی کشتی ایمان اب 'دائمی لا' کے سواحل سے کوچ کرچکی ہے اور اب وہ 'ابدی نعم' کے بحرِ سکون کی سطح پر خراماں خراماں چل رہی ہے ۔ وہ کشتی میں سوار ہے اور ایک بے خوف و خطر ملّاح کی طرح اسقدر حالت اطمینان میں ہے کہ اُسے نہ اب مخالف ہوا کا خدشہ ہے نہ امواج بحر کے تھپیڑوں کا اندیشہ اُسے یاد ہے کہ ایک وقت 'دائمی لا' نے اُسکو کہا تھا ۔ " دیکھو ! تم بے باپ ہو ۔ خارج از قوم ہو

تمام جہان پر میری حکومت ہے" اور اس گمراہ کن آواز کا جو بہادرانہ جواب اُسکی طرف سے دیا گیا تھا وہ یہ تھا۔ "مَیں تمہارا نہیں۔ مَیں آزاد ہوں۔ اور مَیں ہمیشہ تم سے نفرت کرونگا" اُسکو یہ بھی یاد رہے کہ اس بہادرانہ و دلیرانہ مقابلہ کے بعد اُسے نفسِ مطمئنہ حاصل ہُوا ہے اور اسی ساعت سے اُسکی نئی روحانی پیدائش معرض ظہور میں آئی ہے اور وہ آگ سے بپتسمہ پاکر حقیقی معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق قرار پایا ہے۔ اور اسی مقابلہ کے بعد سے لا و نعم کی بحث کا خاتمہ ہو کر اُسے طمانیتِ قلب حاصل ہوئی ہے۔

[illegible]

وہ دیکھتا ہے کہ اس اطمینان کے ساتھ ہی اسکے قلب کے اندر ایک جوش کی آگ شعلہ زن ہے جو تمام ادنیٰ شعبہ ہائے لا کو جلا کر بھسم کر رہی ہے اور بغاوت کی آواز بلند کرنیوالے جذبات جو کسی وقت اُسکے لیئے از حد پریشانی کا موجب تھے اب وہ لا یعنی بغاوت کی بجائے نعم یعنی اطاعت پر مجبور ہیں اور اسکے حکم کی تعمیل میں ہی اپنی خیر دیکھتے ہیں۔

وہ محسوس کرتا ہے کہ اسکے اندر ایک ایسی طاقت کام کر رہی ہے جو حیوانی طبیعت کی تمام ادنیٰ خواہشات و شہوات کے بداثر سے اُسے محفوظ رکھتی ہے۔ اس طاقتِ ایمان۔ اس جوشِ ایقان اور اطمینان کا طفیل ہے کہ اب اُس سے ایسے ایسے عالی حوصلگی کے کام سرزد ہوتے ہیں جنکا امکان بھی پہلی حالتِ زندگی میں خارج از بحث تھا۔ ناجائز طرفداری اور کمینہ محرکات جو کسی وقت اُسکے قویٰ پر مستولی تھے اب قطعاً اُسپر اپنا سکہ نہیں بٹھا سکتے۔ اُسکے اندر ایک پتھّر کی دیوار بھی جو اس نئے جوشِ جذبہ نے پیوستِ زمین کر دی ہے اُسکے دل میں سختی تھی مگر نئی حالت نے سختی کو مبدل بہ نرمی کر دیا ہے" ملاحظہ ہو تجارب مذاہب مختلفہ صفحہ ۲۶۷۔

اسلام کیسی اخلاقی زندگی پیش کرتا ہے

نفسِ انسان کی تین روحانی حالتوں کا ذکر کرنے کے بعد ہم پھر اصل معنوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ اسلام کیسی اخلاقی زندگی پیش کرتا ہے بعض ادیان میں غلطی سے یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اخلاق کے معنی شہوانی قویٰ کا کچلنا ہے اور انسان کی اعلیٰ نیکی صرف یہ ہے کہ بعض جذباتِ فطرت کو بالکل مسل ڈالے اور یہی وجہ ہے کہ ان ادیان کے پیروؤں میں ایسے تارک الدنیا لوگوں کی جماعت پیدا ہوگئی

جنکے نزدیک خدا کی دی ہوئی طاقتوں کا معطّل و بے کار کرنا ہی بہترین کارِ ثواب اور اعلیٰ ترین خُلق متصوّر ہونے لگا اسلام نے اس قسم کے غلط عقائد کی تردید اور اپنے پیروؤں کو اعتدال و میانہ روی کی ہدایت فرمائی ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:- وجعلنٰکم امۃ وسطا ترجمہ۔ "ہم نے تمکو میانہ رو جماعت بنایا ہے" - اس حکم باری کی رُو سے مسلمانوں کو بد اعتدالی سے روکا ہے اور ایک طرف نفس کی غلامی اور جذبات کی بے لگامی سے منع فرمایا ہے۔ دوسری طرف رہبانیت کی ممانعت سے ترکِ دنیا کو جائز نہیں رکھا۔ پس اسلام نے جس اخلاقی زندگی کو پیش کیا ہے وہ میانہ روی و خیر الامور اوسطہا کے اصول پر مبنی ہے۔

مسیحی رہبانیت

مسیحیت اور بعض دوسرے مذاہب کے نزدیک ترکِ دنیا اور تجرد کو بہترین نیکی تصوّر کیا گیا ہے اور رہبانیت کو ہی اکتساب اخلاق کا بہترین ذریعہ سمجھا گیا ہے مسیحی معلمین نے ابتداً اکتسابِ حسنات اور ترک شہوات پر زور دیا اور دو سو برس تک یہ سلسلہ تعلیم و تعلّم کم و بیش خوبی کے ساتھ جاری رہا مگر تیسری صدی مسیحی میں رہبانیت کے سلسلہ کا آغاز ہوا جسکے بنیادی اصول، حسب ذیل تھے:-

(۱) مرد و عورت کے باہمی تعلقات سے کلی پرہیز کرنا ایک مستحسن کام ہے۔

(۲) دنیا سے پورے طور پر قطع تعلق کرنا اعلیٰ درجہ کی خوبی و نیکی ہے۔

اس مسیحی رہبانیت کے سلسلہ نے آخرش وہ حالت اختیار کی جس کا حکیم لیکی نے نیچے دی ہوئی عبارت میں نہایت عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ حکیم موصوف ایک راہب کا حلیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں "ایک شخص جو قابل نفرت۔ بے حیثیت۔ مشت استخواں۔ دیوانہ۔ وطن پرستی کے جذبات سے بے بہرہ۔ قدرتی انس و محبت کے جذبہ سے عاری ہو اور فضول جسم شکن ریاضتوں میں مصروف رہے نیز اپنے پراگندہ دماغ کے تجویز کردہ کسی وہمی و بھیانک غائب وجود کے سامنے گڑگڑا رہا ہو اُسکا نام راہب تھا اور جائے تعجب و حیرت ہے کہ جو اقوام افلاطون و سسرو کی تصانیف۔ سقراط و بقراط کی سوانح کا مطالعہ کرنے والی تھیں وہ بھی ایسے دیوانوں کو اخلاق کا بہترین نمونہ تصوّر کرتی تھیں" انسانی جسم کے قویٰ کی یہ

بیہودہ پائمالی دو سو برس تک جاری رہی اور یہ جسم شکن ریاضت ہی اعلیٰ درجہ کی نیکی شمار ہوتی رہی۔

اسلام اور رہبانیت

آخر خدا نے دنیا کی حالت پر رحم فرمایا اور برو بحر میں فساد برپا دیکھکر اپنے ہاتھ سے تیار کیئے ہوئے مصلح کو رحمۃ للعٰلمین کے خلعت سے سرفراز فرماکر اصلاح خلق کے لیئے مبعوث فرمایا اور اُس تسلّی دینے والی روح حق نے دوسری اغلاط کے ساتھ ساتھ مسیحیت کی اس غلطی کا بھی ازالہ کیا اور "لا رہبانیۃ فی الاسلام" کا حکم سُناکر اُس ظالمانہ اور بعید از انسانیت رسم کا جسے رہبانیت کہا جاتا تھا نئے مذہب سے اخراج فرمادیا۔ اور آسمان کی عدالت سے حسب ذیل فیصلہ صادر ہُوا۔

وجعلنا فی قلوب الّذین اتّبعوہ رأفۃً وّرحمۃً ورھبانیّۃ ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الّا ابتغآء رضوان اللہ فما رعوھا حقّ رعایتھا ۔ یعنی ہم نے مسیح ابن مریم کے پیرووں کے دلوں میں رافت و رحم ڈالا✤ مگر رہبانیت اُنہوں نے خود ایجاد کرلی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خواہش ہم نے اُنکے لیئے مقرر کی تھی اُنہوں نے اُسکی رعایت ایسی نہ کی جیسی رعایت کرنے کا حق تھا۔ الحدید رکوع ۴

اسلام میانہ روی سکھاتا ہے

صرف امر متذکرہ بالا پر ہی موقوف نہیں بلکہ اسلام تو ہر بات میں میانہ روی اور خیر الامور اوساطہا کی تعلیم دیتا ہے اور ہر مسلمان کو نصیحت کرتا ہے کہ اعتدال کو کام میں لائے۔ آپ دنیا کے تمام مذاہب کا جائزہ لیں کُل ادیان کی تعلیم کو جانچ دیکھیں آپ کو کسی جگہ ایسی سنجیدہ و متین تعلیم نہ ملے گی جیسی کہ قرآن کریم پیش کرتا ہے مثلاً جہاں کھانے پینے کے متعلق ارشاد ہے وہاں بھی اعتدال کی ہدایت ہے اور فرماتے ہیں کلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنی کھاؤ پیئو

✤ نوٹ۔ قرآن کریم نے اس جگہ مسیحی لوگوں کے اُن اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کو حکیم لیکی پسندیدہ نیکیاں کہکر پکارتا ہے اور قدیم بت پرستوں کی بہادرانہ نیکیوں پر اُنکو ترجیح دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو یورپ کی اخلاقی تاریخ مصنفہ لیکی۔ منہ

مگر حد سے تجاوز نہ کرو (الاعراف رکوع ۳) اور ایسا ہی اخراجات کے متعلق بھی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما - ترجمہ - جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچی کا ارتکاب کرتے ہیں نہ خساست سے کام لیتے ہیں بلکہ انکے بین بین ٹھہرتے ہیں (الفرقان رکوع ۶) اسی طرح خیرات کے متعلق حدود کے اندر رہنے کا حکم ہے اور فرمایا ہے وات ذا القربٰی حقہ والمسکین و ابن السبیل ولا تبذر تبذیرا (ترجمہ) اور اپنے رشتہ داروں کو انکا حق دیدو اور مساکین اور مسافروں کو بھی - مگر فضول خرچی سے فضول نہ اڑاؤ - بنی اسرائیل ع ۳ پھر فرمایا وانفقوا مما رزقنھم سرًّا وعلانیۃً (ترجمہ) اور خرچ کرتے ہیں ہمارے دیئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر (الرعد ع ۳)

اب اس آیت کریمہ میں پوشیدہ خیرات کا حکم دیکر ایک طرف تو ریا سے روک دیا ہے اور دوسری جانب علانیہ بخشش کرنے کا ارشاد فرما کر لوگوں کو نیکی کی تحریص دلائی ہے - اور اس طرح دونوں حدود کا خیال رکھتے ہوئے ایک اور رنگ میں اعتدال کا سبق پڑھایا ہے -

نماز روزہ کے احکام

نماز و روزہ کے احکام میں بھی مسلمان کو حد کے اندر رہنے اور متوسط راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آیا ہے لا نکلف نفساً الا وسعھا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتے" المومنون ع ۴ - اور اسی کے ماتحت مریض اور مسافر کے لیئے نماز اور روزوں میں خاص رعایت رکھی ہے تاکہ مناسب حدود سے تجاوز کرکے کوئی شخص جسم کے اعتدال کو نہ بگاڑے اور صحت کو خراب کرکے ثواب کی بجائے نقصان نہ خرید لے -

قرآن کریم نے عبادت کے علاوہ عام حرکات و سکنات میں بھی اعتدال کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس مضمون کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لکھا ہے ولا تمش فی الارض مرحا - انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا یعنی اور زمین پر اکڑ کر مت چل تحقیق توہرگز زمین کو نہ پھاڑ سکیگا اور نہ لمبائی میں پہاڑ تک پہنچ سکیگا - (بنی اسرائیل رکوع ۴)

پھر اسی موضوع پر فرماتے ہیں وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلٰما۔ یعنی خدائے تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر سکینت اور وقار سے چلتے ہیں اور جب جہلا اُنکو مخاطب کرتے ہیں تو وہ سلام کہ دیتے ہیں (الفرقان ع)

قویٰ کو کچلنا انسانی اخلاق کی شکست ہے

غرض اسلام اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے اور خداداد قویٰ اور طاقتوں سے کام نہ لینے اور اُنکے بے کار کرنے سے سختی کے ساتھ روکتا ہے اور لاریب دینِ فطرت کا خاصہ بھی یہی ہونا چاہیئے کیونکہ انسان حیوانِ ناطق ہے اور عالم حیوانات کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ جبتک اُسکے کالبد خاکی میں روح رہے اسوقت تک اُس میں حیوانی جذبات بھی موجود رہیں۔ پس جو شخص ان جذبات کو کچلنا چاہتا ہے وہ منشائے الٰہی کے خلاف کرتا ہے نیکی اس کا نام نہیں کہ کسی طاقت کو بیکار کر دیا جائے نہ اس کا نام ہی بڑی نیکی ہے کہ کسی طاقت کو اپنے قابو میں رکھا جائے بلکہ اصل نیکی واخلاق اس کا نام ہے کہ خداداد قویٰ سے جائز موقعہ ومحل پر کام لیا جائے کیا یہ قویٰ بے سود پیدا کیئے گئے ہیں؟ کیا عقل وفکر کا یہی فتویٰ ہے کہ اُنکو محض لاشئے سمجھکر اُنسے کام نہ لیا جائے؟ ہرگز نہیں۔ ادنیٰ قوائے وشہوات کے لیئے اخلاقی زندگی کی قلمرو میں مناسب منصب مقرر ہے اور فہم وعقل اس امر کے متقاضی ہیں کہ اُنہیں اُنکی مقررہ جگہ دیجائے ناکارہ سمجھکر عضو معطل نہ بنایا جائے ان قویٰ سے مقررہ حدود کے اندر کام لینا ہی اخلاق ہے۔

دانائی کا اولین اصول موضوعہ

واضح رہے کہ 'حدود کا علم دانائی کا اولین اصول موضوعہ ہے' اور جب ایک خواہش کو دوسری خواہش پر بے جا سبقت دیجاتی ہے تو قلب کے اعتدال میں فرق آجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلمرو اخلاق میں بدامنی واقعہ ہو جاتی ہے خواہشات کی کشمکش ہمارے جسم کے اندر ایک ایسی ہلچل پیدا کرتی ہے جسکا نام حکماء نے 'عناصر کی ہلچل' رکھا ہے۔ اسوقت ہماری اخلاقی ہستی کا مریلا الاپ ایک قسم کی کریہہ اور غیر مطبوع آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے اور جہاں محفل نشاط گرم تھی وہاں ایک مجمع بے ترتیب اور مجلسِ شور وشغب کا انعقاد نظر پڑتا ہے۔ پس جو شخص اخلاق فاضلہ کے کسب کرنے کا خواہاں ہو اُسکا فرض ہے کہ جذبات وخواہشات کی مناسب حدود کا علم حاصل

کرے اور جان لے کہ قوت ممیزہ اور قوائے شہوانی کے درمیان اعتدال کا قائم رکھنا ہی سب سے ارفع واعلیٰ ترین اخلاقی کام ہے۔

نفس کی شناخت خدا کی شناخت ہے

محولہ بالا حدود کا علم اور اعتدال کے قیام کا طریقہ صرف وہی شخص جان سکتا ہے جو اپنے آپ کا علم حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس کو شناخت کرکے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اُسکے اندر ایک 'طاقت' ہے جو تمام مخصوص تجارب سے بالاتر ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ میری ذات اور میرے حواس میں ایک نمایاں تمیز ہے۔ اور میری ذات میری خواہشات وجذبات کی نسبت اعلیٰ ہے میرے اندر ایک ایسی چیز ہے جو شہوات وحواس کی جداگانہ سیری سے پرے واقعہ ہے اور اِن طبعی جذبات وخواہشات کی سیری سے وہ مقصد اعظم حاصل نہیں ہوتا جو اُس وجود کی علت غائی ہے' یا بالفاظ دیگر یوں کہا جائے کہ معرفت الٰہی کا اصل راز 'اپنے نفس کی شناخت ہے'، جو شخص اپنی ذات کا مطالعہ کرتا ہے وہ ایک دن اُس سچائی کو دریافت کر لیتا ہے جسکی نسبت مشہور مصنف الگزنڈر پوپ نے کہا ہے 'اپنی ذات کا علم خدا کا علم'، اور جسکی نسبت الگزنڈر پوپ سے سالہا سال پیشتر خدائے تعالیٰ کے تعلیم کردہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے نفس کی شناخت کی اُس نے اپنے خدا کی شناخت کر لی۔

موقعہ و محل کا خیال ضروری ہے

اب جو شخص اپنے نفس کا مطالعہ کرے اور قوائے خدا داد پر نظر کرے اُسکو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جن جذبات کو خدائے تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے اور جن میں سے بعض ایسے ہیں کہ وہ حیوانات وانسانوں میں یکساں پائے جاتے ہیں وہ مادہ خام کے مشابہ ہیں اگر اُنکی مناسب پرورش اور موزون تربیت کیجائے اور کچل ڈالنے کی بجائے اُنسے معتدل ومناسب کام لیا جائے تو یقین ہے کہ اُن سے بہترین خوبیاں صادر ہونگی۔ اور اگر موقعہ ومحل کا لحاظ کرکے ان جذبات کی محدود سیری کیجائے تو بلاشبہ اُنسے نہایت اعلیٰ نتائج مترتب ہونگے۔

جو شخص اس امر کا خیال نہیں رکھتا اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ بے موقعہ وبے محل استعمال کے باعث اچھی سے اچھی نیکی بھی سخت نقصان کا موجب ہو جاتی ہے۔

بعض حالتوں میں رحم بیرحمی اور عدل ظلم ہوجاتا ہے

موقعہ ومحل کے عدم لحاظ اور اسکے بد نتایج کا بڑا باعث یہ ہے کہ ہم نیکی کرتے وقت محض نفس نیکی کو مدّنظر رکھتے ہیں اور جس شخص کے ساتھ نیکی کیجائے اُسکی حالت کا اندازہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حالتوں میں رحم بیرحمی اور عدل ظلم ہو جاتا ہے اس موضوع پر پروفیسر جیمز نے بہت خوب کہا ہے آپ فرماتے ہیں "اخلاق فاضلہ کا اکتساب تین امور کو مدّنظر رکھنے پر انحصار رکھتا ہے اول کام کرنے والے کی شخصیت۔ دوم کام کی نوعیت وغرض۔ سوم جس شخص پر اس کام کا اثر ہوتا ہے اسکی حالت۔ پس ان تین امور کا مدنظر رکھنا اعلیٰ اخلاق کی تحصیل کے لیئے ضروری ہے یعنی ہر کام میں نیت طرز عمل اور استقبال کے باہمی تناسب و تعلق کا لحاظ ضروری ہے۔ اگر کسی کام میں نیّت صاف اور اچھی ہو مگر اُسکی تعمیل و تکمیل میں وہ ذرائع اختیار کیئے جائیں جو خدا و انسان کے نزدیک غیر مستحسن ہیں یا یہ کہ جس شخص کے ساتھ نیکی کرنے کا ارادہ ہو وہ اس نیکی کا مستحق نہ ہو تو پھر باوجود نیک نیتی کے اس کام کی اصل غرض فوت ہو جائے گی۔

"پس ہر شخص جو کسب اخلاق کی قدر و منزلت کو سمجھتا ہے اور اسکے حُسن و قبح کو پہچانتا ہے وہ محض فاعل کی نیت یا ارادے پر ہی تمام عمارت کی بنیاد نہیں رکھے گا بلکہ طرز عمل اور معمول کی حالت کو بھی اخلاقی تعمیر میں مناسب جگہ دیگا۔" واضح رہے کہ الاعمال باالنیات کے بھی یہی معنی ہیں۔

کیمیائے اخلاق

جو انسان یہ معرفت حاصل کرلیتا ہے کہ وہ اپنی تمام خواہشات وجذبات پر حکمران ہے وہ بمنزلہ ایک اخلاقی کیمیاگر کے ہے اور اس قابل ہوتا ہے کہ اپنی کیمیائے اخلاق کے ذریعہ سے ادنیٰ عیوب کو قابلِ تعریف خوبیوں میں تبدیل کردے چنانچہ اسی موضوع پر لکھا گیا ہے کہ "جس طرح سبز پودا اور اجزائے ارضی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اسی طرح روحانی طبیعت کو سفلی جذبات سے جُدا کرنا محال ہے۔ البتہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ جس طرح پودے کے ارضی اجزاء اپنی سفلیت اور دنیّت کو چھوڑ کر پھول اور پھلوں کی شکل میں مبدّل ہو جاتے ہیں اسی طرح انسان کے سفلی جذبات مبدّل ہوکر روحانی طبیعت کا جزو بن جائیں اخلاقی زندگی ایسی زندگی کا نام ہے جو جذبات سے کلیّۃً معرّا ہو۔ نیک طلینتی وطن پرستی

بہادری رفاہ عام کا جوش وغیرہ اوصاف حمیدہ کی نسبت یہ گمان کرنا غلط ہے کہ وہ ایسے غیر مدرک اوصاف ہیں جو آزادانہ کسی خالی جگہ میں قیام رکھتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان اوصاف سے متصف ہونے کے لئے انسان کو اپنی طاقتوں کا صحیح استعمال کرنا لازم ہے اُسے دیکھنا ہے کہ ان مخصوص نیکیوں کا برمحل استعمال ہو نیز اُسے انکے نیک و بد نتائج پر غور کرنا ہے۔ جب یہ احتیاط عمل میں لائی جائے تو پھر ادنیٰ جذبات اعلیٰ خوبیوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور انسے اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ لاریب یہ ایک عمل کیمیا ہے جسکے ذریعہ انسان پتھر کو موم اور لوہے کو سونا کر سکتا ہے اور یہی علمی معرفت ہے جو اُسے دیگر حیوانات کی نسبت ممتاز بناتی ہے۔ حیوان کو اپنی ذات کا علم نہیں وہ نتائج پر غور نہیں کر سکتا اپنے جذبات کو برمحل و برموقعہ اعتدال کے ساتھ استعمال نہیں کر سکتا“ مگر انسان نہ صرف ان اوصاف سے متصف ہے بلکہ یہ شہوات و خواہشات کو بھی اخلاقی اوصاف میں تبدیل کر سکتا ہے اور اسی تبدیلی کا نام ”کیمیائے اخلاق“ ہے +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی ضمن میں خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ احمد قادیانی علیہ السلام کے پاک الفاظ کو نقل کر دیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں:۔ ”کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقع اور محل پر استعمال کرنیسے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک ”کتے“ یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس ”کتے“ کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھیں گے اسی طرح ہم ایک بھیڑیے یا شیر کو انکی درندگی کی وجہ سے بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل و تدبیر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیرخوار بچوں کی طرح ہے جن کے دل اور دماغ پر ہنوز قوت عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا۔ یا ان دیوانوں کی طرح جو جوہر عقل اور دانش کو

کھو بیٹھتے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیر خوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں گ؛

Digitized by Khilafat Library

ہستی باری کا ثبوت خلقت انسانی سے

دنیا کا ہر ایک ذرہ خدائے تعالیٰ کی ہستی پر گواہ اور ہر ایک چیز اسکے وجود کا ثبوت ہے۔ لیکن وہ لوگ جو نور بصارت سے عاری اور عقل سلیم سے کورے ہیں۔ بڑے بڑے بیّن ثبوت دیکھتے ہوئے بھی انکار کو ہی اپنا شعار بنائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ اگر انسان اپنی ذات پر ہی غور کرے۔ تو بیشمار دلائل اور براہین اُسے مل سکتی ہیں۔ کیونکہ انسانی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور انسانی حیات کا ایک ایک سانس جس حُسن ترتیب اور دور حکیمانہ کو ظاہر کرتا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس انتظام کے قائم کرنے والی ضرور کوئی ہستی ہے۔ ورنہ ناممکن ہے۔ کہ وہ انسانی زندگی جس کے لیئے قدم قدم پر ٹھوکر اور چپہ چپہ پر روک تیار رہتی ہے اس خوبی اور حسن انتظام سے قائم رہ سکے۔ بے شمار ایسی چیزوں کو جانے دیجیئے اگر جو ایک ضابطہ کے نیچے نہ ہوں۔ تو پل میں انسانی ہستی کو تہ خاک کرنے کی مقدرت رکھتی ہیں۔ صرف وبائی امراض کو لے لیجیئے۔ جسقدر ان میں انسان کے ہلاک کرنے کا اثر اور طاقت ہے اگر ساتھ ہی اس کے روکنے اور دور کرنے کے سامان نہ ہوتے۔ تو دنیا کا کبھی کا صفایا ہو چکا ہوتا۔ لیکن اگر ان میں ہلاکت کی طاقت ڈالی گئی ہے۔ تو اسکے مقابلہ اور اندفاع کے سامان بھی مہیّا کر دیئے گئے ہیں۔ اور ایسے انداز اور طریق سے مقرر کیئے ہیں۔ کہ بے اختیار مُنہ سے نکل جاتا ہے۔ کہ اس دنیا کے پیدا کرنیوالی اور اسے قائم رکھنے والی ضرور کوئی فاعل بالارادہ اور علیم و قدیر اور ہر ایک حکمت کو جاننے والی ہستی ہے۔

متعدی امراض کی نسبت یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ انکے اجرام ہوتے ہیں جو

بڑی سرعت سے بڑھتے اور کئی ایک طریق سے پھیل کر انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں جنہیں سے چند ایک ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔ تا اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ یہ جرم اپنی طرف سے کس زور اور طاقت سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور اگر آگے انہیں کچھ روک نہ ہو۔ تو کیسی قیامت برپا کر سکتے ہیں۔

(۱) متعدی امراض کے فضلات اور آلائشوں پر جوچھر۔ مکھیاں۔ چیونٹیاں آکر بیٹھتی ہیں انکی ٹانگوں اور پروں کے ساتھ مرض کی آلائش لگ جاتی ہے۔ پھر جب اڑکر یا چلکر یہ جانور دودھ دہی مٹھائی یا دوسری کھانے پینے کی چیزوں پر بیٹھتی ہیں۔ تو انپر متعدی مادہ کا اثر ہو جاتا ہے۔ جو ان اشیاء کے استعمال کرنے سے انسان کے جسم میں پہنچ جاتا ہے۔

(۲) وبائی مادہ خشک ہو کر گرد وغبار میں مل جاتا ہے اور ہوا کے ساتھ اڑتا ہوا کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے اور وہاں جاکر پانی دودھ وغیرہ کھانے کی اشیاء میں مل جاتا ہے۔

(۳) متعدی مریضوں کے بول وبراز جب کھیتوں میں کھاد میں ملے ہوئے ڈالے جاتے ہیں۔ تو سبزی ترکاری کو مضر کر ڈالتے ہیں۔ خصوصاً ایسی چیزوں کو جو کچی کھانے میں آتی ہیں۔ مثلاً مولی۔ گاجر۔ ککڑی۔ تربوز۔ خربوزہ۔ پودینہ۔ دھنیہ وغیرہ۔

(۴) مواد آلودہ کپڑے دھوبیوں کے گھروں میں جاتے ہیں۔ اور وہاں پر تندرست آدمیوں کے کپڑوں کے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں۔ اور جس پانی میں ایسے کپڑے دھوئے جاتے ہیں اس پانی کو مضر بنا دیتے ہیں۔

(۵) بیمارداری کی ادویات اور آلات مثلاً پیالہ۔ چمچہ۔ رکابی۔ گلاس۔ تھرمامیٹر پچکاری وغیرہ اگر حفاظت سے پاک وصاف نہ کیئے جائیں تو ضرور بیماری پھیلانیکا باعث ہوتے ہیں۔

(۶) کتابیں اور اخبارات وغیرہ جو بیمار کے کمرہ میں لائی جاتی ہیں۔ یا کھلونے جن سے بچے کھیلتے ہیں۔ یا خطوط جو اس کمرہ میں بیٹھکر لکھے جاتے ہیں۔ ڈاک کے ذریعہ اس موذی مادہ کو بہت دور دور تک پہنچا دیتے ہیں۔

(۷) مچھر۔ پسو۔ کٹھمل۔ جوئیں جسم کو کاٹ کر موذی مادہ کو انسان کے خون کے اندر داخل کر دیتی ہیں۔ بعض حیوانوں کا دودھ پینے سے یا گوشت کھانے سے مرض

ہو جاتا ہے۔ حیوانوں کی کھال اور انکے ذریعہ سے بھی یہ مادہ کہیں سے کہیں چلا جاتا ہے نیز چوہے۔ بلی۔ کُتے۔ گئے۔ بھینس۔ مرغی وغیرہ جانوروں کے ذریعہ بھی اس مادہ کا بہت انتشار ہوتا ہے۔

(۸) مادہ کئی مرتبہ کوئیں۔ تالاب۔ ندی۔ نہر کے پانی میں مل جاتا ہے۔ اور اس طرح سینکڑوں ہزاروں آدمیوں میں مرض پھیل جاتا ہے۔

یہ چند ایک وہ متعدی بیماری کے پھیلنے کے اسباب ہیں۔ جو اسوقت تک دریافت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا پورے طور پر انسداد کرنا ناممکن ہے مثلاً ایسی امراض کے فُضلوں کو جلانے یا زمین میں دفن کرنے کے متعلق خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کیجائے۔ ناممکن ہے۔ کہ مچھر۔ مکھی اور چیونٹی کی دست برد سے کلی طور پر بچا سکیں کیونکہ یہ تو ایسے جانور ہیں۔ کہ فضلے کے گرتے گرتے ہی اپنا حصہ بخرہ اُڑا لیتے ہیں۔ لیکن جہاں خدائے تعالیٰ نے اپنی بیش بہا مصلحتوں کی بنا پر وبائی امراض بنائی ہیں وہاں انکا علاج بھی مقرر فرما دیا ہے۔ جس کو دیکھ کر انسان پر اس صانع حقیقی کی ہستی آشکارا ہو جاتی ہے۔

مثلاً جن ملکوں میں ملیریا کا زور شور ہوتا ہے۔ انہیں ملکوں میں سنکونا کا درخت نشو و نما پاتا ہے۔ جو اس مرض کی دوا ہے۔ جہاں پر وجع مفاصل زیادہ ہوتا ہے انہیں مرطوب مقامات میں بید مجنوں بھی لہلہاتا ہے۔ جن موسموں میں صفراوی امراض کا غلبہ ہوتا ہے۔ انہیں موسموں میں مصلح صفرا لیمو۔ انار۔ تمر ہندی اور آلو بھی بار ور ہوتے ہیں۔

ان اشیاء کا باموقع اور حکمت سے پیدا ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ خود بخود نہیں بلکہ ایک علیم اور حکیم ہستی کے ارادہ کے ماتحت پیدا ہو رہی ہیں۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ انسان کے جسم کی بناوٹ میں ایسی باتیں رکھدی گئی ہیں۔ جو خود بخود ان موذی امراض کے حملوں کا اندفاع کرتی رہتی ہیں۔ اس ذیل میں پہلا عطیہ اس خالق اکبر کا حواس خمسہ ہیں۔ جنکے ذریعہ سے انسان اپنے بچنے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ قوت

باصرہ۔ شامہ اور ذائقہ سے کھانے پینے کی چیزوں کی جانچ پڑتال کیجاتی ہے۔ دوسرا عطیہ عقل سلیم ہے۔ جس کے ذریعہ سے حواس خمسہ کے مشاہدات کو فراہم کر کے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ اور مضر صحت چیزوں سے اجتناب اختیار کیا جاتا ہے۔ تیسرا عطیہ یہ ہے کہ جسم پر بال اُگے ہوئے ہیں۔ یہ بال جسم حیوان کے بچانے کے لیئے وہی کام دیتے ہیں جو کھیتوں کے گرد کانٹوں کی باڑ مویشی اور حیوانوں کو روکنے کا کام دیتی ہے۔ ان بالوں کی روکاوٹ سے گرد و غبار جسم کے اندر نہیں جا سکتا۔ اسلیئے وبائی امراض کا وہ مادہ جو غبار میں مل جاتا ہے۔ اندر نہیں جانے پاتا۔ چہارم۔ جن جن مقامات پر اجرام وبائی کے حملہ کا خطرہ ہوتا ہے۔ وہاں مورچہ بندی کردی گئی ہے۔ یعنی وہاں پر اس قسم کی رطوبتیں مہیا کی گئی ہیں جن کے اثر سے جراثیم فوراً ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مثلاً تندرست معدہ کی رطوبت ترش ہوتی ہے۔ اگر اتفاقیہ طور پر ہیضہ کا جرم تندرست معدہ کے اندر داخل بھی ہو جائے۔ تو اسکی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پنجم۔ بعض موقعوں پر غدود ہوتے ہیں۔ جو جراثیم کے حملہ کو بے کار کر دیتے ہیں۔ طاعون۔ زخم۔ ضرب۔ جذام وغیرہ امراض میں جب موذی مادہ جسم کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو یہ غدود اس کا راستہ روکتے ہیں۔ اور اس سے جنگ کرتے ہیں۔ ان امراض میں ران اور بغل کے غدودوں کا متورم ہو جانا اسی جدال و قتال کا ثبوت ہوتا ہے۔ ششم خون کے اندر ننھے ننھے سپاہی موجود ہیں جو ہماری حفاظت کے لیئے ہر وقت لڑنے مرنے کے لیئے تیار رہتے ہیں۔ انکو ہم اس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ کہ مثلاً کوئی ذرا سی پھانس اُنگلی میں چبھ جائے۔ تو تھوڑی دیر میں اسکے گرد ایک سرخ حلقہ بنجائیگا۔ اگر اس حلقہ کو خوردبین کے ذریعہ سے دیکھا جائے تو نظر آئیگا۔ کہ ہزار در ہزار دانے قطار باندھے پھانس کا محاصرہ کیئے ہوئے ہیں۔ امراض ذات الجنب۔ سل۔ چیچک وغیرہ میں یہ بہت کثیر ہو جاتے ہیں انہیں نقاط ابیض کہتے ہیں۔

یہ صحت کے قائم رکھنے کے لیئے وہ قدرتی ذرائع ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے انسانی خلقت میں ہی ودیعت کر دیئے ہیں۔ جنپر نظر کرنے سے فتبارک اللہ احسن الخالقین کا حقیقت سنج کلمہ یاد آجاتا ہے۔ کاش وہ لوگ جو اپنے خالق سے برگشتہ ہو کر اُسکی ہستی کا ثبوت چاہتے ہیں ذرہ اپنے اندرونی کارخانہ پر ہی غور کرتے۔ تو چاہ ضلالت میں نہ گرتے۔

(غلام نبی دبلانوی)

مرسلِ ربّانی احمد قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے۔ نے تھوڑا عرصہ ہُوا شہر برمنگھم میں ایک عام مجمع میں قرآن شریف اور خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایک لیکچر دیا جس کا خلاصہ ہم اُس شہر کے اخبار ویکلی مرکری سے ترجمہ کر کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

گذشتہ ہفتہ میں اخبار پیلیز وائس میں یہ اعلان شائع ہُوا تھا کہ آرڈر آف دی سٹار ان دی ایسٹ کے انتظام کے ماتحت مسٹر فتح محمد سیال ایم۔اے ہفتہ کے دن لیکچر دینگے چنانچہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ہال میں وہ لیکچر ہُوا۔ جس میں قرآن شریف کی بعض خوبیوں پر مختصر طور پر بحث کی گئی اور اسی ضمن میں احمد کے حالات کا بھی ذکر کیا گیا جسکو ہندوستان میں کئی لاکھ آدمی اس زمانہ کا رسول مانتے ہیں۔

جلسہ کے پریسیڈنٹ نے بیان کیا کہ آرڈر آف دی سٹار ان دی ایسٹ ایک وسیع الخیال فرقہ ہے اور اسی امر سے کہ آج ہم قرآن کے متعلق لیکچر سُننے کے لیئے اسجگہ جمع ہوئے ہیں اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ ہماری پلیٹ فارم نہایت وسیع ہے۔ درحقیقت یہ امر اس زمانہ کے عجائبات میں سے ہے کہ ایک ہی جگہ سے دو یا دو سے زیادہ مقدس کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور یکساں طور پر اُن کا ادب کیا جاتا ہے۔ یکساں طور پر اُن سے محبت کی جاتی ہے اور اُن سے مستفیض ہونے کے لیئے یکساں طور پر خواہش ظاہر کیجاتی ہے۔ اور ایک ہی ہستی کو تمام مذاہب کا الہام کرنیوالا سمجھا جاتا ہے۔ مسٹر سیال آج ہمیں مسلمانوں کے نکتہ خیال سے ایک ایسے نبی کی آمد کی خبر دینگے جو کُل دنیا کے لیئے بھیجا گیا۔ تمام مذاہب کے پیرو ایک ایسے نبی کی آمد کے منتظر ہیں جو کُل دنیا کے لیئے مبعوث ہو اور ہمارے فرقہ کی یہ غرض ہے کہ اسی نبی کے امیدواروں کو ایک مشترک اور دوستانہ پلیٹ فارم پر جمع کیا جاوے۔

بائبل میں سے چند عبارتوں کے پڑھا جانے کے بعد مسٹر برنارڈ اولڈ نے قرآن شریف

سے چند آیات پڑھیں اور اسکے بعد مسز اولڈ نے مسٹر سیال کو حاضرین کے سامنے انٹروڈیوس کیا۔

سپیچ مسٹر سیال نے بیان کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن قدیمی دین کو از سرِ نو تازہ کرنا تھا۔ اور آپ کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اس سچے دین کی طرف متوجہ کیا جاوے جو ابتداء سے چلا آتا ہے۔ آپ کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ آپ کوئی نیا دین لائے ہیں یا آپ کوئی انوکھی قسم کے نبی ہیں بلکہ آپنے اپنے تئیں انبیاء کے اُسی گروہ میں شامل کیا جس میں حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت مسیح علیہم السلام شامل ہیں۔ آپنے خصوصیت کے ساتھ اپنے تئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھیرایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ شریعت لائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی طرح آپ اپنی قوم کے لیڈر تھے۔ آپنے فرمایا میرا وہی دین ہے جو ہزارہا سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ وہی ہے جو قرآن شریف کی اس ایک آیت میں مذکور ہے فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ یعنی یہ دین خدا کی پیدا کردہ فطرت کے مطابق ہے جسکے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا۔ آپ دنیا میں اسلیئے تشریف لائے کہ انسان کے اندر جو پاک روحانیت ہے اسکو ظاہر کریں اور آپنے یہ بھی فرمایا کہ خدائے تعالیٰ میرے بعد ایسے مقدس وجود بھیجتا رہے گا جو دین کو تازہ کرتے رہیں گے۔ انسانوں کی پاک روحانیت کو نشو ونما دیکر اُسکی تکمیل کرتے رہیں گے اور اُنکو نیکی کی تعلیم دینگے اور بُرائی سے روکیں گے۔

قرآن شریف کا نام ذکر رکھا گیا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب کوئی ایسی تعلیم پیش نہیں کرتی جو انسانوں کے لیئے نئی ہو بلکہ یہ صرف اُنہی باتوں کو یاد دلاتی ہے جو انسان کے صحیفہ فطرت میں پہلے ہی سے لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اور یہ کہ اسکی تعلیم انسانی فطرت کے بالکل مطابق اور عین موافق ہے۔

اسلام کے معنے ہیں خدائے تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری اور اسی میں خدائے تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ شفقت اور ہمدردی بھی شامل ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا اور خدائے تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا ہی اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مَیں اُن تمام نبیوں کو مانتا ہوں جو مجھ سے پہلے آئے - خواہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے یا ہندوؤں میں یا ایرانیوں میں یا بدھوں میں - قرآن شریف فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالمین کا رب ہے - کسی خاص قوم کا طرفدار نہیں جس طرح خدائے تعالیٰ نے تمام قوموں کے لیئے جسمانی پرورش کا سامان کیا ہے. اسی طرح روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے سب کے لیئے برابر سامان کیا ہے - اور اُسکی ہدایت سب قوموں کے لیئے عام ہے - کسی خاص قوم کے لیئے مخصوص نہیں - ہاں جو تعلیم مختلف قوموں کو گذشتہ زمانہ میں مختلف ممالک میں مختلف انبیاءؑ کے ذریعہ دی گئی اُسمیں اُن قوموں کی خاص ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا اور وہ تعلیم اُنکے خاص حالات کے مطابق تھی - چونکہ ہر ایک قوم کی زبان دوسری قوموں کی زبانوں سے جدا تھی اسلیئے وہ دوسری قوموں کے مذاہب کو سمجھ نہ سکے اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ اُنہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اُن کا مذہب دوسری قوموں کے مذاہب سے جُدا ہے - حالانکہ تمام مذاہب در اصل قریباً ایک ہی تھے -

مذہبی اختلافات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک قوم اپنی مذہبی تعلیم کا ایک حصہ فراموش کر چکی ہے اور ہر ایک نے اپنی طرف سے خاص خاص باتیں زائد ملادی ہیں - اور چونکہ ہر ایک نے ایک نئی راہ پر قدم مارا اسلیئے اُنکے مذاہب میں ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا - اور مختلف طرائق اختیار کرنے سے مختلف نتیجے پیدا ہو گئے -

اختلاف مذاہب کی ایک اور وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی. ہر ایک قوم نے فخر کے ساتھ اپنے پاس کی چیز کو پیش کیا اور یہ خیال کر کے کہ ہمارا ہی مذہب سب سے اعلیٰ ہے اپنے مذہب پر اڑے رہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ تھا کہ ان امور سے لوگوں کو آگاہ کریں - آپ کا یہ دعویٰ تھا کہ مَیں کل دنیا کے لیئے نبی ہو کر آیا ہوں - اور آپ نے فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تمام دنیا اس بات کو سمجھے کہ تمام مذاہب در اصل ایک ہی ہیں - اور کہ جس دین کی

روئے زمین کے تمام انبیاء نے تعلیم دی وہ اسلام ہی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ لوگوں کو اپنی پرستش سے روکا اور اپنے پیروؤں کو اپنے نام سے نہیں پکارا۔ بلکہ اُن کا نام مسلمان رکھا۔ مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ صرف خدائے واحد کی عبادت کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش یہ تھی کہ موجودہ دین کی اصلاح کریں اور اُسکی تکمیل کریں اور لوگوں کے دلوں پر ذہن نشین کر دیں کہ خدائے تعالیٰ پاک اور قدوس ہے جو نیک صفات اور افعال کو پسند کرتا اور بُرائی اُسکی نظر میں سخت مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی گئی مگر وفات سے پہلے تمام ملک عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی طرح اسلام کے قبول کرنے والوں پر ایسا وقت آئے گا کہ وہ اسلام کی تعلیم کا ایک حصّہ بُھلا دینگے اور بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملالیں گے۔ اور کہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اسلام میں ایسے پاک وجود پیدا کرتا رہے گا۔ جو مسلمانوں کے لیئے بطور نمونہ کے ہونگے۔ آپ نے خصوصیت کے ساتھ ایک خاص مصلح کے آنے کی نسبت پیشگوئی کی جس نے آپ سے قریباً اسی قدر عرصہ بعد مبعوث ہونا تھا جتنا عرصہ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے یعنی ۱۳۰۰ سال بعد۔ اور آپنے صرف اس کے آنے ہی کی خبر نہیں دی بلکہ اسکے متعلق بہت سے حالات بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں یہانتک کہ اُس قریہ کا پتہ بھی بتا دیا جہاں اُس موعود نے پیدا ہونا تھا۔ آپنے اُس موعود کے ظہور کے لیئے خاص علامات بھی بیان فرما دیں مثلاً یہ کہ جنگیں ہونگی۔ قحط پڑیں گے۔ وبائیں پھیلیں گی۔ زلزلے آئیں گے۔ اور بدکاری کا زور ہوگا۔ اُسکے ظہور کی ایک علامت یہ تھی کہ مشرق میں ایک ستارہ طلوع کرے گا۔ اور اس موعود کا ظہور بھی مشرق میں ہی ہونا تھا۔

مسٹر سیال نے بیان کیا کہ یہ تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں جس ستارہ کے طلوع کی خبر دیگئی تھی وہ بھی مشرق میں پیشگوئی کے مطابق نمودار ہوا۔ مشرق میں ایک آگ کے بھڑکنے کی خبر دی گئی تھی وہ بھی ملک جاوا میں نمودار ہوئی۔ پھر موجودہ جنگ بھی

اس موعود کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ حدیث میں مغرب کی طرف ایک آگ کے نکلنے کی خبر دی گئی ہے۔ جسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ مشرق سے لوگوں کو کھینچے گی۔ اور لوگ اس میں جلیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ مشرق سے لوگ اس جنگ میں حصّہ لینے کے لیئے آرہے ہیں اور یہ خطرناک جنگ آگ کی طرح لوگوں کو جلا رہی ہے۔ یہ فولاد کی جنگ نہیں بلکہ آگ کی جنگ ہے۔

مسٹر سیال نے کہا کہ اس جنگ کے چھڑنے سے پہلے مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ مگر جب یہ پیشگوئی پوری ہوگئی تو اس حدیث کا مطلب کھُل گیا اور اب اس حدیث کے پورا ہونے کے متعلق کسی کو شک کی گنجائش باقی نہیں۔

(۳) ایک مقررہ وقت میں کسوف و خسوف کا واقع ہونا بھی اس موعود کے ظہور کی علامات میں داخل تھا اور یہ علامت بھی پیشگوئی کے عین مطابق پوری ہو گئی۔

مسلمان دین اور روحانیت میں مسیحیوں سے سبقت لیگئے ہیں مگر مسیحی مادی ترقی۔ سائینس اور ایجادات میں مسلمانوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ مسیحیوں کی یہ ترقی بھی پیشگوئی کے مطابق اور اس زمانہ کے موعود کے ظہور کی علامت ہے۔

جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت کرشنؑ حضرت مسیح علیہ السلام۔ حضرت کنفیوشسؑ۔ حضرت زرتشتؑ اور تمام دوسرے انبیاءؑ کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی تھے۔ اسی طرح اس زمانہ کا مصلح بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اسی انبیاءؑ کے گروہ میں داخل ہُوا اور وہ بھی اسی طرح ایک نبی تھا جس طرح دنیا کے دوسرے انبیاء نبی تھے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہی لوگ جو کسی نبی کے آنے کے منتظر ہوتے ہیں جب وہ موعود نبی ظاہر ہوتا ہے تو پھر وہی لوگ عموماً اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ موعود نبی کے متعلق اپنے ذہن میں ایک خیالی نقشہ کھینچ لیتے ہیں جو اصل کے مطابق نہیں ہوتا اور جب موعود نبی ظاہر ہوتا ہے تو وہ اسکو اپنے خیالی

اور موہوم نقشہ کے مطابق نہ پاکر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ ابن مریم تشریف لائیں تو یقیناً سب سے پہلی قوم جو اُن کا انکار کریگی وہ خود مسیحیوں کی قوم ہوگی۔ اُنکو جس قسم کے مسیح کا انتظار ہے وہ اُنکے اپنے خیالات کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اپنے ذہن میں آنیوالے مسیح کا ایک خاص نقشہ کھینچا ہُوا ہے اس لیئے خواہ حضرت مسیح ناصری خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں وہ ہرگز اُنکو قبول کرنیکے لئے تیار نہ ہونگے کیونکہ حقیقی مسیح اُنکے موہوم مسیح کے خیالی نقشہ کے مطابق نہ ہوگا۔ اگر حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لادیں تو وہ ہرگز وہ معجزات نہیں دکھائیں گے جو اناجیل میں اُن کی طرف بعد میں آنے والی نسلوں نے منسوب کر دیے ہیں بلکہ وہ صرف پہاڑی وعظ کو ہی دُہرائیں گے۔ یہی حقیقی مسیح تھا۔ اور آج بھی دنیا کو کسی ایسے مسیح کے آنے کی اُمید نہیں رکھنی چاہیئے جو مُردوں کو زندہ کرے بلکہ ایک ایسے وجود کی آمد کی اُمید رکھنی چاہیئے جو ہماری طرح ایک انسان ہو ہاں روحانیت میں ہم سے بڑھا ہُوا ہو اور نہ صرف خود وہ نیکی اور تقویٰ میں انسانوں کے لیئے ایک کامل نمونہ ہو بلکہ دوسروں پر بھی نیک اثر ڈال سکتا ہو۔ ایسے شخص کا انتظار نہ کرو جو جسمانی مردوں کو زندہ کرے۔ ہاں ایسے مسیح کو قبول کرنے کے لیئے تیار رہو جس کا کلام جسکی توجہ اور جسکی دعائیں روحانی مُردوں میں روح حیات پھونک دیں۔

زمانہ کا موعود

مسٹر سیال نے بیان کیا کہ مَیں نے اور میری طرح سلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے ایک شخص کو قبول کیا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ موعود جس کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی وہ ہندوستان میں پیدا ہو چکا ہے۔ وہ قریباً ۱۸۳۰ء میں پیدا ہُوا اور ۱۹۰۸ء میں اُس نے وفات پائی۔ اُس کا نام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھا۔ (دیکھو ویکلی مرکری مورخہ ۵۔ دسمبر ۱۹۱۴ء جس میں احمدؑ کا فوٹو اور آپکے مختصر حالات زندگی شائع ہو چکے ہیں) احمد علیہ السلام نہ صرف خود ایک پاک اور مطہر اور مقدس انسان تھے بلکہ اُنکے ذریعہ ہزاروں نفوس میں ایک پاک تبدیلی واقع ہوئی اُنکے خیالات میں وسعت پیدا ہوگئی اور وہ اسلامی

فرقوں کے تنگ خیالی سے نجات پاکر قرآن شریف کی وسیع اور اعلیٰ تعلیم پر اس رنگ میں عمل کرتے ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسپر عمل کیا گیا۔ احمد علیہ السلام نے اپنے اتباع میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کی۔ آپ نے اپنے وجود میں اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ دکھایا اپنے پیرووں میں اللہ تعالیٰ کی نسبت صحیح اور کامل ایمان پیدا کیا اور انکو احمد علیہ السلام کی بدولت خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایسا کامل یقین حاصل ہوا کہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے احمد علیہ السلام کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کو دیکھا ہے اور اُس کی توجہ اور محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں مسلمان اب سچے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُس نے دعا پر بہت زور دیا اور اسکو خدا تک پہنچنے کی چابی بیان کیا۔ وہ بڑے وثوق کے ساتھ یہ تعلیم دیتا تھا کہ سینکڑوں عقلی دلائل وہ اثر پیدا نہیں کر سکتے جو قبولیت دعا کا ایک دفعہ کا تجربہ کر سکتا ہے۔

احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگلستان پر بھی بڑا احسان کیا ہے اُس نے یہ تعلیم دی کہ برٹش گورنمنٹ کی وفاداری صرف ایک پولیٹیکل فرض نہیں بلکہ ایک مذہبی فرض ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اگر انگلستان کو کسی غیر سلطنت کے ساتھ جنگ پیش آئی تو خطرہ ہے کہ ہندوستان بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ ایسے خطرہ کے دُور کرنے میں احمد علیہ السلام نے بڑا حصّہ لیا ہے۔ اور اب ایسا کوئی خطرہ موجود نہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں مسلمانوں نے اسکو مہدی موعود قبول کر لیا ہے اور جن مسلمانوں نے اُسکے دعویٰ کو قبول نہیں کیا وہ بھی اسکی تعلیم کو قبول کرتے ہیں۔ احمد تین زبانوں میں خوب مہارت رکھتا تھا یعنی عربی۔ فارسی اور اردو۔

آخر میں مسٹر سیال نے تھیوسوفسٹ سوسائٹی کی وسیع الخیالی پر اظہار خوشی کیا اور کہا کہ انگلستان میں بہت سے ایسے فرقے ہیں جو مجھے اس بات کی اجازت نہیں دینگے کہ میں اُنکی پلیٹ فارم سے اپنے خیالات کا اظہار کروں مگر تھیوسوفیکل سوسائٹی نے ایسی تنگ ظرفی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ بڑی عالی حوصلگی سے مجھے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میں اُنکے انتظام کے ماتحت اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں۔ یہی

اسلام کی تعلیم ہے اسلام بھی ایسی ہی وسیع الخیالی اور آزادی کی تعلیم دیتا ہے اگر آپ میں سے کوئی شخص ہمارے ملک میں جائے تو ہم بڑی خوشی کے ساتھ اُس کے خیالات کو سُننے کے لئے تیار ہونگے اور اسی طریق سے ہم سچائی کو حاصل کر سکتے ہیں ؞

ریویو آف ریلیجنز کے سابق ایڈیٹر کے سابقہ عقاید

گذشتہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہمیشہ بہت سے آدمی ایسے گذرے ہیں جو ایک وقت میں ایک نیک عقیدہ رکھتے تھے اور بڑی مضبوطی کے ساتھ اس عقیدہ پر قائم تھے بلکہ اس عقیدہ کو دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور حتی الوسع اُنکی تبلیغ کرتے مگر بعد میں ایک ایسا وقت بھی اُنپر آگیا کہ وہ خود اس عقیدہ سے منحرف ہوگئے اور پھر جیسا وہ اس عقیدہ کی تبلیغ میں کوشش کرتے تھے دوسرے وقت میں اسی عقیدہ کی تردید میں زور لگانا شروع کردیا۔ ایسی مثالوں کی تلاش کے لئے تاریخ کے صفحات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی زمانہ میں ایسی مثالیں کافی تعداد میں مل سکتی ہیں بلکہ مَیں سخت افسوس اور رنج کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ ایسے واقعات کی ایک افسوس ناک مثال ہمارے رسالہ کے سابق ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے اپنی ذات میں دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ یہ وہ صاحب ہیں جو کئی سال تک رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر رہے اور اس رسالہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بطور نبی کے پیش کیا۔ اُنکو نبی۔ رسول پیغمبر کے ناموں سے برابر پکارتے رہے۔ قرآن شریف کی آیات کے رُو سے اُنکی نبوت اور رسالت کو ثابت کیا۔ کُھلے الفاظ میں کہا کہ اس اُمت کے کسی اور فرد سے انکو مشابہت دینا سخت نادانی اور جہالت ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ سے مشابہت دینا بھی سخت غلطی ہے کیونکہ یہ بزرگ نبی نہیں تھے اور حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو اس اُمت کے دیگر بزرگوں سے الگ کرکے انکو انبیاء و رسل کے گروہ میں

شامل کرتی ہے بلکہ یہاں تک بیان کیا کہ قرآن شریف آخر زمانہ میں اُمّت محمدیہ میں ایک نبی کے آنے کی خبر دیتا ہے اور حضرت مرزا صاحب وہی موعود نبی ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ گذشتہ انبیاء نے آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظہور کی خبر دی اور وہ نبی آخر زمان یہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہونے کے مدعی ہیں اور قرآن سے ان کا نبی اور رسول ہونا ثابت ہے۔ ریویو کے مضامین کو پڑھو جو مولوی محمد علی صاحب نے اپنی قلم سے لکھکر شائع کیئے اُن میں وہ نہایت ہی یقینی طور پر حضرت مرزا صاحب کو انبیاءؑ کے گروہ میں شامل کرتے اور نبی ہونے میں اُنکو تمام دوسرے انبیاءؑ کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نبوت آپ کو براہ راست نہیں ملی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے حاصل ہوئی۔ لیکن جو نبوت حضرت مرزا صاحب کو حاصل ہوئی اُسکو وہ وہی نبوّت ٹھہراتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کو ملی۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو فی الواقع نبی قرار دیتے ہیں اور حقیقی معنوں میں اُنکو نبوّت کا پانے والا ظاہر کرتے ہیں۔ ریویو کے صفحات میں اُنہوں نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا جس سے ظاہر ہو کہ جو نبوت حضرت مرزا صاحب کو ملی وہ ناقص نبوت ہے یا وہ حقیقی معنوں میں نبوّت نہیں بلکہ استعارہ کے رنگ میں اُن کو نبی کہا گیا ہے ورنہ فی الواقعہ وہ نبی نہیں۔ ریویو کے صفحات کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ تو تم یہ لکھا ہُوا پاؤ گے کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ نبی ہیں۔ رسول ہیں۔ پیغمبر ہیں اور ایسا انہوں نے اپنے دوستوں کو نہیں بلکہ مخالفوں کو بتایا کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہونے کے مدعی ہیں اور اُنکی نبوّت اور رسالت قرآن شریف سے ثابت ہے اور کہ وہ فی الواقع اور فی الحقیقت ایسے ہی نبی اور رسول اور پیغمبر ہیں جیسا کہ پہلے انبیاء۔ نبی اور رسول اور پیغمبر تھے۔ اُنہوں نے ایک لفظ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تمام الفاظ جو انبیاءؑ کے متعلق استعمال ہوتے ہیں لکھے ہیں۔ اور اُن کی کلام کے پڑھنے سے پڑھنے والے کو ذرا بھی شک باقی نہیں رہتا کہ ان مضامین کا لکھنے والا حضرت مسیح موعودؑ کو ایسا ہی نبی قرار دیتا ہے جیساکہ دوسرے انبیاءؑ نبی ہیں۔ کھُلے الفاظ اور صریح عبارات میں انہوں نے

ناظرین کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کو بطور نبی کے پیش کیا ہے کسی قسم کی شرط یا توجیہ ساتھ نہیں لگائی۔ اور ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا جس سے یہ سمجھا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت ایسی نبوّت نہ تھی جیسی دوسرے انبیاءؑ کی۔ بلکہ اُنکا لفظ لفظ یہ بتاتا اور ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت بعینہٖ وہی نبوّت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو ملی بلکہ اُنہوں نے تو یہاں تک ظاہر کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوّت ایسی ہی ہے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت - نمونہ کے طور پر مَیں اُنکے مضامین مندرجہ ریویو میں سے چند عبارتیں ذیل میں نقل کرتا ہوں اور ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ وہ بغیر کسی طرفداری کے خیال کے محض انصاف سے بتائیں کہ ان عبارتوں میں مولوی محمدؐ علی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی اور واقعی معنوں میں نبی قرار دیا ہے یا محض استعارہ کے طور پر۔ مَیں ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں۔ ان حوالجات کے بعد مولوی محمدؐ علی صاحب یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ مَیں نے جو کچھ لکھا غلط لکھا اور اُسوقت میرا عقیدہ صحیح نہیں تھا اور اب مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی ہے اور اب مَیں اپنے پہلے عقیدہ سے تائب ہو گیا ہوں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مَیں نے ان عبارتوں میں حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی معنوں میں اور فی الواقعہ نبی قرار نہیں دیا۔ اب یہ عبارتیں اُنکی قلم سے نکلکر شائع ہو چکی ہیں اور اب ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ ان عبارتوں کا مفہوم اور مطلب کیا ہے۔ اب اُنکے لیئے اس بات کی کوئی گنجائیش باقی نہیں رہی کہ ان الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی نئے معنے پھونک سکیں اب الفاظ بدلے نہیں جا سکتے اور نہ انہیں کوئی نئے معنے کسی عمل کے ذریعہ ڈالے جا سکتے ہیں۔ لکھنے والے کا مطلب صاف ہے اور اُسکے لیئے اب کسی ہیچا پیچی کی گنجائیش نہیں اور یہ امر اب اُسکی طاقت میں نہیں کہ ان میں کوئی ایسی معنے داخل کر سکے جن کے یہ الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔ یہ الفاظ اب مولویصاحب کے قبضہ سے نکل گئے ہیں اور اب باوجود مولوی صاحب کے انکار کے ان الفاظ کے وہی معنے لیئے جائینگے جن معنوں کے ظاہر کرنے کے لیئے یہ الفاظ اوّل مرتبہ لکھے گئے تھے۔ مولویصاحب اس بات سے انکار نہیں کر سکیں گے کہ مندرجہ ذیل حوالجات میں انہوں نے جہاں جہاں

لفظ نبوت۔ نبی۔ رسول۔ پیغمبر کا استعمال کیا ہے وہاں انہوں نے ان لفظوں کو انہی معنوں میں استعمال کیا ہے جو انکے حقیقی معنے ہیں اور جن معنوں میں یہ لفظ عام بول چال اور تحریر میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور کہ مولویصاحب کے مخاطبین نے بھی اِن لفظوں کو انکے عام مفہوم میں ہی سمجھا ہو کسی استعارہ کے رنگ میں۔

مولوی محمد علیصاحب ایک مخالف سلسلہ یعنی خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کو مخاطب کر کے ریویو جلد ۴ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"آیا ایک متعصّب آدمی جو ایک نبی کے خلاف رائے قائم کر چکا ہے جیسے آپ اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور سیل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر چکے ہیں وہ ایسی مبہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈال سکتا ہے یا نہیں"

اس عبارت میں مولوی محمد علیصاحب پہلے تو ایسے آدمی کا ذکر کرتے ہیں جو متعصّب ہے اور **ایک نبی** کے خلاف رائے قائم کر چکا ہے۔ پھر دو ایسے نام پیش کرتے ہیں جن پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں اوّل سیل مترجم قرآن۔ دوسرا خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید ہر دو کو وہ ایسے آدمی قرار دیتے ہیں جنہوں نے تعصّب کی وجہ سے ایک **نبی** کے خلاف رائے قائم کی ہے۔ جس **نبی** کے خلاف سیل نے رائے قائم کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس **نبی** کے خلاف خواجہ صاحب نے رائے قائم کی وہ مولوی محمد علیصاحب کے بیان کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ اب اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس عبارت میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو **نبی** قرار دیا ہے اور **نبی** بھی انہی معنوں میں جن معنوں میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **نبی** قرار دیتے ہیں۔ اب اس بات کا فیصلہ مولیصاحب خود کر سکتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کن معنوں میں **نبی** قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فی الواقعہ **نبی** نہیں سمجھتے تو پھر بے شک وہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی فی الواقعہ نبی نہ سمجھیں لیکن اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الواقعہ نبی سمجھتے ہیں تو انکو قبول کرنا

Digitized by Khilafat Library

پڑیگا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی فی الواقعہ نبی قرار دیا ہے۔ اس عبارت میں مولویصاحب نے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو انہی معنوں میں نبی قرار دیا ہے جن معنوں میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجھتے ہیں پہلے تو لکھا ہے کہ خواجہ صاحب موصوف اور سیل دونوں ایک نبی کے خلاف رائے قائم کر چکے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ یہ دونوں صاحب بہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ پس عبارت مندرجہ بالا میں دو مرتبہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کہکر اپنے اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی انہی انبیاءؑ کے گروہ میں شامل ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں فتدبروا یا اولی الالباب۔

پھر مولویصاحب جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ پر صریح الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہکر زمرۂ انبیاءؑ میں شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام شہرت پسند نہیں ہوتے ...... چنانچہ یہی حالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جیسا کہ متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کیلئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں۔... یہی سُنّت قدیم سے انبیاءؑ کی چلی آتی ہے"۔

اب اس حوالہ کے بعد مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کونسا شخص اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ جناب مولوی محمد علیصاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو ایسا ہی نبی قرار دیا ہے جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی تھے۔ اس قسم کے اقرار کے بعد پھر حضرت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے سے انکار کرنا مولوی محمد علیصاحب کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ خدا کے لیئے عبارت مندرجہ بالا کو پڑھو۔ کیا اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان الفاظ کا لکھنے والا حضرت مسیح موعودؑ کو انبیاء کے پاک گروہ میں شامل کرتا ہے۔ ہاں اُسی گروہ میں شامل کرتا ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں اور کسی طرح بھی نبی ہونے میں حضرت مسیح موعودؑ کو کسی دوسرے نبی سے کم خیال نہیں کرتا بلکہ انکو ایسا ہی نبی قرار دیتا ہے جیسا کہ دنیا کے دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی

تھے۔ اب ناظرین ایک طرف مولویصاحب کا مندرجہ بالا بیان پڑھیں اور دوسری طرف دیکھیں کہ اب وہ کیا بیان فرماتے ہیں۔ اب وہ اپنا عقیدہ مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:۔

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی ہی بیخکنی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے"

(پیغام صلح جلد دوم نمبر ۱۱۹ - ۶ - اپریل ۱۹۱۵ء)

مکرم ناظرین! ہر دو بیانات کا مقابلہ کر کے فرمائیے کہ کیا آپکے نزدیک یہ دونوں تحریریں ایک ہی شخص کی قلم سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اگر تحریروں کو دیکھکر اندازہ لگایا جائے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دونوں عبارتیں ایک ہی شخص کی تحریریں ہیں کیونکہ ایک جگہ تو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہا گیا ہے اور آپ کو دوسرے انبیاءؑ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور دوسری جگہ یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص حضرت مرزا صاحب (نہیں نہیں۔ میں نے غلطی کی "حضرت مرزا صاحب" نہیں بلکہ "مرزا صاحب") کو نبی کہتا ہے وہ اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے بلکہ خود حضرت مرزا صاحب (مولویصاحب مجھے معاف فرمادیں۔ میری قلم سے بار بار 'حضرت مرزا صاحب' نکل جاتا ہے۔ اگر میں مولویصاحب کی عبارت کو صحیح طور پر نقل کروں تو مجھے صرف "مرزا صاحب" کہنا چاہیئے) پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) لیکن میرے مکرم ناظرین۔ اگرچہ ان دونوں تحریروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ ایک تو ایسے آدمی کی تحریر معلوم ہوتی ہے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دیتا ہے اور باقی تمام انبیاءؑ میں شامل اور داخل سمجھتا ہے اور دوسری تحریر ایک ایسے آدمی کی قلم سے نکلی ہوئی ہے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخکنی قرار دیتا ہے بلکہ اسکے نزدیک ایسا کہنے سے خود حضرت مرزا صاحب (نعوذ باللہ) پر "بہت بڑی زد پڑتی ہے"۔ مگر میرے مکرم ناظرین۔ اگرچہ تمھاری نظر میں یہ دونوں عبارتیں دو مختلف آدمیوں کی تحریریں معلوم ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل متضاد مذہب رکھتی ہیں مگر دراصل یہ دو مختلف آدمیوں کی تحریریں نہیں بلکہ ایک

ہی شخص کی انگلیوں نے انکو لکھا ہے۔ اسی محمد علی نے جو اب (حضرت) مرزا صاحب کو نبی کہنا اسلام کی بیخکنی خیال کرتا ہے اور اسکو (حضرت) مرزا صاحب پر "بہت بڑی زد" ٹھہراتا ہے اسی محمد علی نے پہلے یہ لکھا کہ (حضرت) مرزا صاحب نبی ہیں اور ایسے ہی نبی جیسے تمام دوسرے انبیاء نبی ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ محمد علی تو وہی ہے مگر دل وہ نہیں رہا۔ عقیدہ وہ نہیں رہا۔ ایمان وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اسلیئے اگر ہم یہ کہیں کہ پہلی تحریر کا لکھنے والا اور محمد علی تھا اور دوسری تحریر کا لکھنے والا اور محمد علی ہے تو ایسا کہنا غلط نہ ہوگا۔ بلکہ بالکل درست اور بجا ہوگا۔

ناظرین! اسی پر بس نہیں۔ مولوی محمد علیصاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

"ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے ہم اب اسحالت میں ہو گئے ہیں کہ اس نبی آخر زمان کے دعویٰ کی تصدیق کو سمجھنے کے لیئے اندرونی شہادت پر غور کریں" (ریویو جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹۹)

دیکھو اسجگہ مولویصاحب نے حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف نبی کہکر پکارا ہے بلکہ انکو نبی آخر زمان کہکر انکی نبوت کی عظمت پر زور دیا ہے۔ یعنی یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ صرف کوئی معمولی نبی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نبی ہے جس نے آخری زمانہ میں کل دنیا کی اصلاح کے لیئے آنا تھا۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:-

"ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا دو باتوں پر زور دیا ہے اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اسکی نبوت کو اور اسکے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں...... سو یاد رکھنا چاہیئے کہ بعینہٖ اسی قدیم سنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت * مرزا صاحب کو مبعوث فرمایا ہے" (جلد ۴ صفحہ ۴۶۵)

اس جگہ مولویصاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ صرف دوسرے نبیوں جیسا ایک نبی بیان فرمایا ہے بلکہ یہ بھی ظاہر کیا کہ جیسا کہ دوسرے نبی اس بات پر زور دیتے آئے کہ لوگ انکی نبوت کو تسلیم کریں۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب بھی اسی قدیمی سنت کے مطابق

* ریویو میں تو مولویصاحب لکھتے ہیں "حضرت صاحب" اور پیغام صلح کی عبارت بحوالہ بالا میں صرف "مرزا صاحب" منہ

اس بات پر زور دیتے ہیں کہ لوگ انکی نبوّت کو تسلیم کریں۔

مولویصاحب کی خدمت میں اب میری التماس ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپکے قول کے بموجب فی الواقعہ نبی نہ تھے تو پھر اس بات کی کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ بھی دوسرے نبیوں کی طرح اپنی نبوّت دنیا سے منوائیں۔ مولویصاحب! سچ بتائیے کہ ان عبارتوں میں جب آپنے حضرت مسیح موعودؑ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ شامل کیا تو کیا آپ کا اس سے یہی مطلب تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ فی الواقعہ نبی نہیں۔ یا یہ کہ وہ فی الواقعہ نبی ہیں۔

پھر مولویصاحب اور دیکھیئے۔ آپ ریویو میں کیا لکھتے رہے۔ آپنے جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۲۸۲ پر تحریر فرمایا:-

"خدا کو پہچاننا اور یقین سے جان لینا کہ واقعی وہ ہے ...... اس کا حصول صرف اسی طرح سے ہوسکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونے دیکھے جائیں۔ جنکا اظہار صرف انبیاء ورسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اور قدیم سے یہی سُنّت الٰہی چلی آئی ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے اوقات میں جب زندہ ایمان لوگوں کے دلوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی عظیم الشان قدرتوں کا اظہار بذریعہ خارق عادت نشانوں کے کرکے اپنی ہستی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے ...... ایسی ہی ضرورت اس زمانہ میں ہے کیونکہ گذشتہ انبیاءؑ کے نشان بطور قصوں کے ہوگئے ہیں" مولویصاحب بتائیے کیا آپنے اس عبارت میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ اسوقت ایک نبی اور رسول کے ظہور کی ضرورت تھی اور کیا آپنے یہ کہکر کہ گذشتہ انبیاءؑ کے نشان بطور قصوں کے ہوگئے ہیں یہ ظاہر نہیں کیا کہ اسوقت ایک نبی کی ضرورت تھی جو تازہ نشان دکھلائے

حضرت مسیح موعودؑ انبیاء و رسل میں سے ہیں

پھر مولویصاحب! آپ اپنے ان الفاظ پر بھی غور فرمادیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار صرف انبیاء ورسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔ آپکے اس قول

میں خصوصیت کے ساتھ وہ الفاظ قابل غور ہیں جن کو موٹے حروف میں لکھا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار **صرف انبیاء و رسل** کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار ہوا یا نہ۔ میرے خیال میں آپ اس سوال کا یہی جواب دینگے کہ ہوا کیونکہ آپ نے اس عبارت میں بھی جسکو میں نے اوپر نقل کیا ہے ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ پس جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار ہوا تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت مرزا صاحب **نبی** اور **رسول** تھے۔ کیونکہ آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ ایسے نمونوں کا اظہار **صرف** انبیاء و رسل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اب مولوی صاحب! آپکے لیئے یہ ایک حل طلب معمہ ہے اور میں شوق سے اس بات کے دیکھنے کا منتظر ہوں کہ آپ اس مشکل سے کس طرح رہائی پا سکتے ہیں۔ یا تو آپ اس بات سے انکار کریں کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ نہیں ہوا یا اس بات کو تسلیم کریں کہ حضرت مرزا صاحب فی الواقعہ نبی اور رسول تھے۔ اگر اب بھی آپ حضرت مسیح موعودؑ کے **نبی** اور **رسول** ہونے سے انکار کریں تو پھر لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلیگا کہ اب آپکا وہ عقیدہ نہیں رہا جو پہلے تھا اور یہ کہ اب آپ اپنے پہلے عقاید سے مڑ گئے ہیں۔ اور یہی امر ثابت کرنا مقصود تھا۔ مولویصاحب۔ مجھے یہ تو علم نہیں کہ آپنے منطق پڑھی ہے یا نہ مگر مجھے یہ علم ہے کہ آپ علم اقلیدس کے بڑے ماہر ہیں۔ آپ خدا کے لیئے مجھے بتائیں کہ جو استدلال میں نے اوپر لکھا ہے اسمیں کس جگہ آپ کو سقم نظر آتا ہے۔ مجھے تو آپکے برابر اقلیدس کا علم نہیں مگر جہاں تک مجھے علم ہے جو استدلال میں نے پیش کیا ہے اس میں آپکے لیئے کوئی نقص نکالنے کی گنجائش نہیں۔ یہ شکل بالکل صاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہاں آپ انبیاء و رسل کے لفظ بھی انکے حقیقی معنوں میں ہی استعمال فرماتے ہیں۔ دوسری طرف آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی عبارت مندرجہ بالا سے

یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوا۔ پس مولویصاحب۔ آپ خود ہی بتائیں کہ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح موعودؑ فی الواقعہ نبی اور رسول تھے۔ مولویصاحب۔ بتایئے۔ کیا یہ میرا استدلال درست نہیں۔ اگر اس استدلال میں کچھ غلطی ہے تو اسکو ظاہر کیجئے۔ وہ منطق کی کونسی شکل یا اقلیدس کی کونسی تحقیقات ہے جو اس استدلال کو غلط ٹھہراتی ہے۔ بھائیو۔ ممکن ہے کہ مولویصاحب مجھے جواب نہ دیں۔ تم میری طرف سے مولویصاحب سے پُوچھو کہ کیا مولویصاحب کے اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق حضرت مرزا صاحب ایسے نبی اور رسول ثابت نہیں ہوتے جیسے وہ انبیاء نبی اور رسول تھے جنکو وہ حضرت مرزا صاحب کے مقابل میں گذشتہ انبیاء کہکر پکارتے ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی استدلال درست ہو سکتا ہے تو جو استدلال مَیں نے اوپر درج کیا ہے وہ بھی درست ہے۔ اگر یہ استدلال غلط ہے تو مَیں ڈنکے کی چوٹ سے مولویصاحب کو بلاتا ہوں کہ وہ اس استدلال کا غلط ہونا ثابت کر کے دکھائیں۔ کیا غیر مبایعین احباب میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنیوالا ہے تو وہ ضرور یہ کہیگا کہ جہاں دوسری عبارتوں میں مولویصاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا نبی اور رسول ہونا تسلیم کیا ہے ایسا ہی اس جگہ بھی اُنکو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب نبی اور رسول تھے۔ مولویصاحب کے لیئے ہرگز ہرگز کوئی گریز کی جگہ نہیں۔ جو حوالے میں اوپر درج کر چکا ہوں اُن میں بھی حضرت مرزا صاحب کو مولوی صاحب نے نبی اور رسول مانا ہے اور جو حوالہ مَیں ابھی درج کر چکا ہوں ان میں بھی اُنہوں نے یہی ظاہر کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ میں اسی طرح ایک نبی اور رسول ہو کر ظاہر ہوئے ہیں جس طرح گذشتہ انبیاء نبی اور رسول ہو کر مبعوث ہوتے رہے۔ مولوی صاحب صریح الفاظ میں تسلیم فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہو کسی غیر نبی کے ذریعہ سے نہیں ہوتا اور پھر یہ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ ایسا اظہار حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ ہُوا پھر کیونکر وہ اس سے انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب گذشتہ انبیاء کی طرح

نبی اور رسول ہیں اور اگر وہ اسوقت اس سے انکار کرتے ہیں تو اس امر پر وہ خود مہر لگاتے ہیں کہ اب وہ اپنے پہلے عقیدہ سے انحراف فرما چکے ہیں۔

مولویصاحب کا اُن ایام میں عقیدہ تھا کہ دروازۂ نبوت بند نہیں ہے

مندرجہ بالا حوالہ میں الفاظ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے بھی خصوصیت سے قابل غور ہیں۔ کیونکہ انسے بھی مولویصاحب کا وہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے جو انکے دل میں تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونوں کا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے جن الفاظ کے اوپر خط کھینچا گیا ہے انسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولویصاحب کا اُسوقت یہ ایمان تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ آپنے صرف ہوتا ہے نہیں لکھا بلکہ اسکے ساتھ ہوتا رہا ہے بڑھایا ہے۔ ایسے لفظوں کے ملانے کا منشاء ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جیسا ایک بات گذشتہ زمانہ میں ہوتی رہی۔ ایسا ہی اب بھی ہوتی ہے۔ اگر مولویصاحب کا یہ منشاء نہ تھا کہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے اور آپ کا یہی ایمان تھا کہ نبوّت کے تمام دروازے اب بند ہو چکے ہیں تو ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے دو لفظوں کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ صرف اس بات کے ظاہر کرنے کے لیئے لکھے گئے کہ جیسے گذشتہ زمانہ میں خارق عادت نمونوں کا اظہار انبیاء و رسل کے ذریعہ ہوتا رہا ہے۔ ایسا ہی اب بھی ہوتا ہے۔ اگر مولویصاحب کا یہ منشاء نہ ہوتا تو آپ کو دو لفظوں کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ زباندانوں سے پوچھو۔ جب ایسے دو فعل اکٹھے ذکر کیئے جائیں تو ان کا منشاء ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بات اب بھی ہوتی ہے اور پیچھے بھی ہوتی رہی۔ پس مولوی صاحب کے یہ لکھنے سے کہ خارق عادت نمونوں کا اظہار انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے یہی مطلب تھا کہ اب بھی ایسا ہوتا ہے اور گذشتہ زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ غرض مولویصاحب کا ہوتا ہے کے ساتھ ہوتا رہا ہے بڑھانا ظاہر کرتا ہے کہ اسوقت انکا یہی عقیدہ تھا کہ نبوت کے تمام دروازے بند نہیں ہوئے۔

مگر ایک تو وہ زمانہ تھا جبکہ مولویصاحب کی بات بات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ نبوّت کے تمام دروازے بند نہیں ہوئے بلکہ اُمّت محمدیہ کے کامل افراد کو یہ درجہ حاصل ہو سکتا ہے اور اب مولوی صاحب پر ایک وقت ایسا آگیا ہے جبکہ وہ کہتے ہیں "اگر تم آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو" (دیکھو پیغام صلح۔ جلد دوم۔ نمبر ۱۱۹)۔ مگر مولویصاحب۔ اگر یہ خطرناک راہ تھی تو آپ کیوں بار بار حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اور رسول لکھتے رہے۔ اور کیوں آپنے حضرت مسیح موعودؑ کو انبیاء و رسل کے گروہ میں شامل کیا۔ جناب مولویصاحب سچ فرمایئے۔ کیا آپنے حضرت مسیح موعودؑ کی زبان سے اپنے کانوں سے بارہا یہ نہیں سُنا کہ نبوّت کی تمام کھڑکیاں بند ہیں مگر ایک کھڑکی اب بھی کھُلی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھڑکی ہے۔ یعنی اب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نبوّت مل سکتی ہے۔ اور کوئی ذریعہ نہیں۔ مَیں اُمید نہیں کرتا کہ آپکا حافظہ ایسا کمزور ہوگیا ہو کہ ایک بات جو آپنے بارہا خود حضرت مسیح موعودؑ کی زبان سے سُنی آپ اُسکو ایسی جلدی بھول گئے کہ اب آپ تمام دروازے نبوّت کے بند قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کا حافظہ فی الواقعہ ایسا ہی کمزور ہوگیا ہے کہ ایسی باتیں بھی آپکے ذہن سے قطعی طور پر نسیاً منسیّا ہوگئیں جو آپنے کئی بار حضرت مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے سُنیں تو آؤ مَیں آپکے سامنے آپ کا ایک تحریری اقرار پیش کرتا ہوں۔ اس کے دیکھنے سے تو آپ کو یاد آجائیگا کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی تعلیم تھی کہ نبوّت کا دروازہ اُمّت محمّدیہ کے لیئے بند نہیں ہُوا بلکہ کھلا ہے۔ اگر آپ کو اسمیں شک ہو تو آپ اپنے اس مضمون کا مطالعہ فرمادیں جو آپنے "سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات و عقائد" کے عنوان کے ماتحت ریویو جلد ۵ نمبر ۵ میں لکھا۔ وہ مضمون تو ضرور آپنے بڑی احتیاط سے لکھا ہوگا کیونکہ اس مضمون میں آپ کا فرض تھا کہ آپ دنیا کے آگے سلسلہ احمدیہ کے صحیح صحیح عقائد پیش کرتے۔ پس ایسے مہتم بالشان مضمون میں تو آپنے ایک ایک لفظ تول تول کر لکھا ہوگا تا ایسا نہ ہو کہ عقائد کے بیان میں کسی طرح کی غلطی واقع ہو جاوے۔ پس آؤ دیکھیں کہ آپ اس مضمون میں نبوت کے دروازہ کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں۔ آپ صفحہ ۱۸۶ پر سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ اس طرح پر بیان فرماتے ہیں:۔

"یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپکے بعد ایسا نہیں آسکتا جسکو نبوت

بدون آپکے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کردیئے مگر آپکے متبعین کامل کے لیئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہو کر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں اُنکے لیئے یہ دروازہ بند نہیں ہُوا"۔

دیکھو۔ مولویصاحب! آپنے یہاں کیا لکھا اور اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ اب تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک غلطی ہے" مگر پہلے آپنے کیا لکھا۔ پہلی تو آپ دنیا کو بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کامل کے لیئے یہ دروازہ بند نہیں ہُوا۔ مولویصاحب فرمائیے یہ کونسا دروازہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کامل کے لیئے بند نہیں ہُوا۔ کیا وہ نبوّت کا دروازہ نہیں۔ پھر اب آپ کیوں ہمیں یہ سُناتے ہیں کہ "اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے" اب ہم آپکا کونسا عقیدہ درست مانیں۔ وہ جو آپنے ریویو کے صفحات میں سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد کے عنوان کے ماتحت لکھا یا وہ جسکی آپ اب تلقین فرماتے ہیں۔ اسوقت ہمارا یہی عقیدہ ہے جو آپنے ریویو میں لکھا۔ یہی ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی زبان سے سُنا۔ یہی ریویو کے ناظرین نے آپسے سیکھا۔ اب ہم آپکے کہنے پر کس طرح مان لیں کہ رسالت اور نبوت کے تمام دروازے بند ہیں یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کے لیئے بھی یہ دروازہ بند ہے اور جو اس دروازہ کو قطعی اور یقینی طور پر بند نہیں مانتا وہ سخت خطرناک غلطی کرتا ہے۔ مولویصاحب! اب آپ کیوں ایسی تعلیم دیتے ہیں جو خود اس تعلیم کے برخلاف ہے جو آپنے ریویو میں دی اور جسکو آپنے سلسلہ احمدیہ کے عقائد کہکر پیش کیا۔ اب اگر آپکے وہ عقائد نہیں سہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تھے اور جن کو آپ ریویو میں اپنی قلم سے دشمنوں اور دوستوں کے آگے پیش فرماتے رہے تو پھر آپ میں کیوں اسقدر جرأت نہیں کہ یہ کہدیں کہ جو کچھ مَیں نے پہلے لکھا اگرچہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے مطابق اور سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے موافق تھا مگر اب مَیں اُن عقائد کو غلط قرار دیتا ہوں اور اب مجھے سمجھ آگیا ہے کہ

اس قسم کے عقائد خطرناک ہیں اور کہ (حضرت) مرزا صاحب نے خطرناک عقائد کی تعلیم دی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فی الواقعہ کوئی نبی بھی نہیں آسکتا تھا۔ اور یہی سلسلہ احمدیہ کی تعلیم تھی تو آپ کو اپنے مضمون سلسلہ احمدیہ کے عقائد میں اس طرح لکھنا چاہیئے تھا کہ "یہ سلسلہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پُرانا ہو یا نیا آپ کے بعد نہیں آسکتا۔" آپنے ایسا کیوں لکھا کہ "یہ سلسلہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پُرانا ہو یا نیا آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جسکو نبوت بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو۔" آپنے وہ الفاظ کیوں بڑھائے جن کے اوپر مینے خط کھینچا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تھا تو آپکو اس شرط کے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی کہ ایسا نہیں آسکتا جس کو نبوت بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی آسکتا ہے جسکو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہو۔ مولویصاحب! کیا یہ صاف عبارت نہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں جو مینے اوپر بیان کیا۔ مولویصاحب۔ آپکا تو یہ دعویٰ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو "اعلیٰ درجہ کا دماغ" دیا ہے۔ کیا آپ ایسی صاف عبارت بھی نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ضرور سمجھتے ہیں کہ اس عبارت کا یہی مطلب ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی آسکتا ہے جسکو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہو۔ مگر مولویصاحب! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کے عقائد میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے اور اگرچہ آپنے ان عقائد کا اظہار ریویو میں کیا اور اُنکو سلسلہ احمدیہ کے عقائد قرار دیا مگر اب آپ ان عقائد کو صحیح قرار نہیں دیتے پس مولویصاحب۔ ان عبارتوں کے ہوتے ہوئے کوئی معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نہیں مان سکتا کہ آپنے ریویو میں یہی لکھا تھا کہ نبوت کے تمام دروازے بند ہیں اور کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی بھی نہیں آسکتا۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہوتا تو آپ ایسے الفاظ نہ لکھتے کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جسکو نبوت بدون آپ کے واسطہ کے ملی ہو۔ اگر اسوقت بھی نبوت کے آپکے نزدیک دروازے تمام لوگوں پر بند ہوتے تو آپ یہ نہ لکھتے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے متبعین کامل کے لیئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور

حاصل کرتے ہیں انکے لیئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔" مولویصاحب! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ تمام لوگوں پر بند ہوگیا تھا تو آپنے یہ مگر کیوں لگایا۔ اسکی کیا ضرورت پیش آئی اور یہ خطرناک الفاظ کیوں لکھ دیئے کہ متبعین کامل کے لیئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ مولویصاحب اب آپ ہزار دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازہ کو تمام لوگوں پر بند کرنے کی کوشش کریں۔ یہ آپ کا مگر کبھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑیگا جبتک کہ آپ یہ اقرار نہ کریں کہ اسوقت میں نے یہی لکھا تھا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مل سکتی ہے اور کہ کامل متبعین پر دروازہ نبوت کا بند نہیں ہوا اور اسوقت میں اس عقیدہ کو سچا عقیدہ سمجھتا تھا مگر اب میں اس عقیدہ سے تائب ہوں اور کہ میرے نزدیک یہ عقیدہ غلط ہے اور کہ سلسلہ احمدیہ غلط عقیدہ سکھاتا ہے۔

پھر مولویصاحب۔ آپ کی عبارت مندرجہ بالا میں بعض اور لفظ بھی ہیں جو قابل غور ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں "یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے" مولویصاحب! آپنے انہی دو لفظوں میں جن کے اوپر خط کھینچا گیا ہے اُسوقت کا اپنا عقیدہ ظاہر فرما دیا۔ آپنے سچے معنوں میں کہکر یہ ظاہر کیا ہے کہ جو معنے مخالفین سلسلہ احمدیہ خاتم النبیین کے سمجھتے ہیں وہ غلط ہیں۔ مگر مولویصاحب۔ فرمایئے وہ کون سے معنے ہیں جو مخالفین سمجھتے ہیں۔ کیا وہ آپ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ (حضرت) مرزا صاحب یا کسی اور شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی قرار دینا اسلام کی بیخکنی ہے اور کہ اگر کسی بزرگ کی نسبت یہ کہا جاوے کہ اس نے نبی ہونیکا دعوٰی کیا تو اس سے اس بزرگ پر بہت بڑی زد پڑتی ہے اور کہ اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہ مانیں تو یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور ہم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں اگر آپ کو اس میں شک ہو تو کسی مخالف سلسلہ کے سامنے اپنے الفاظ پیش کریں وہ بڑی خوشی کے ساتھ اس بیان کو قبول کریگا اور بول اُٹھیگا کہ بے شک مولویصاحب! آپنے صحیح فرمایا۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں بالکل صحیح اور درست ہے۔ اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ لیکن اگر آپ کسی مخالف کے سامنے وہ الفاظ پیش کریں جو آپنے ریویو میں لکھے تو وہ آپسے نفرت کا اظہار کریگا اور وہ بڑے زور سے کہے گا کہ یہ آپنے غلط کہا ہے اب کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ اور ایسے ویسے کی شرطیں سب فضول ہیں اور یہ آپکے مگر سب لغو ہیں اور مولویصاحب! میں فرضی طور پر ایسا نہیں

کہتا- اہلِ حدیث آپکی نظر سے گذرتا ہوگا وہ بارہا آپ کو شاباس دے چکا ہے کہ نبوّت کے معاملہ میں صحیح عقیدہ وہی ہے جو آپ پیش کر رہے ہیں- اور اگر آپ اُسکے سامنے سلسلہ احمدیہ کے عقائد والا مضمون پیش کرینگے تو وہ آپکو صاف بتلائے گا کہ مولویصاحب اس سے مجھے اتفاق نہیں سلسلہ احمدیہ کا بیشک یہی عقیدہ ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں پس مولویصاحب- اس بات کے پرکھنے کے لیئے کہ آپکا اسوقت کا عقیدہ درست ہے یا اُسوقت کا یہی دیکھ لینا کافی ہے کہ ان دونوں عقیدوں میں سے مخالفین کس کو قبول کرتے ہیں- پس مولوی صاحب اس امر کا امتحان کر لیں اور آزمائش کے طور پر کسی سخت مخالف کے سامنے اپنی دونوں عبارتیں رکھدیں- اور جو رائے آپکے ان بیانات کے متعلق وہ ظاہر کرے اُس سے مولویصاحب مجھے بھی از راہ مہربانی .... اطلاع دیں- اس طریق سے میں یقین کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اُنکے ان دو قولوں عقائد میں سخت اختلاف ہے اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں- اور کہ ان کا موجودہ عقیدہ مخالفین کے عقیدہ کے عین مطابق ہے- اور چونکہ خود وہ اپنے بیان مندرجہ بالا میں مخالفین کا عقیدہ متعلق نبوّت غلط قرار دے چکے ہیں اسلیئے انکو ماننا پڑیگا کہ انکا یہ دوسرا عقیدہ جسکو مخالف صحیح تسلیم کرتے ہیں ضرور غلط ہے- پس مولویصاحب کی خدمت میں- میں سفارش کرتا ہوں- کہ وہ ذرا اس طریق کو آزما کر دیکھ لیں- لیکن یہ تو ایسی صاف بات ہے کہ بغیر امتحان کے بھی انکو معلوم ہونی چاہیئے- اُن کا دِل ضرور گواہی دیگا کہ جو عقیدہ میں اسوقت ظاہر کر رہا ہوں یہ مخالفین سلسلہ کے عقیدہ کے مطابق ہے- اور کہ پہلا عقیدہ جسکو وہ سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے عنوان کے نیچے ظاہر کر چکے ہیں وہ مخالفین سلسلہ کے عقیدہ کے مخالف ہے- پس اُنکو ضرورت نہیں کہ وہ کسی دوسرے مخالف کے پاس جائیں اپنے دِل سے ہی پوچھ لیں اور اُسی کے فتوے کے مطابق فیصلہ کر لیں- اگر اُن کا دل یہی فتویٰ دے کہ اُنکا موجودہ عقیدہ مولوی ثناءاللہ صاحب اور دیگر مخالفین سلسلہ کے عقیدہ کے مطابق ہے اور کہ اُنکا وہ عقیدہ جو وہ ریویو میں درج کر چکے ہیں ان لوگوں کے عقیدہ کے مخالف ہے تو مولویصاحب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُن کا ..... موجودہ عقیدہ وہ نہیں جو پہلے تھا اور کہ اُنکا پہلا عقیدہ سلسلہ احمدیہ کے مطابق اور موجودہ عقیدہ مولوی ثناءاللہ صاحب کے عقیدہ کے مطابق ہے پس اس معیار سے وہ اپنا حق یا باطل پر ہونا دیکھ لیں اور یہ وہی معیار ہے جسکو خواجہ صاحب نے اپنے ایک تازہ مضمون میں

بھی پیش کیا ہے پس اس معیار کے مطابق اگر مولویصاحب دیکھیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُنکے ساتھی اُنکے اس نئے عقیدہ کو پسند فرماتے ہیں تو خود خواجہ صاحب کے پیش کردہ معیار کے مطابق اُنکو سمجھ لینا چاہیئے کہ اب اُنکے عقیدہ میں فرق آگیا ہے اور کہ اب اُنکا وہ عقیدہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اور اس امر میں وہ مخالفین سلسلہ کے عقیدہ کو غلط قرار دے چکے ہیں۔ اسلیئے اُنکو ضرور یہ ماننا پڑیگا کہ اُن کا موجودہ عقیدہ غلط ہے یا تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس امر میں سلسلہ احمدیہ غلطی پر ہے اور مولوی ثناء اللہ راستی پر۔

اس مضمون پر ابھی بہت کچھ اور لکھنا باقی تھا مگر چونکہ مکرمی مولوی محمد اسمعیل صاحب منشی فاضل و مولوی فاضل نے اس کے متعلق ایک مستقل رسالہ الگ لکھا ہے۔ اسلیئے میں اس مضمون کو اسی جگہ پر ختم کر کے ناظرین کیخدمت میں سفارش کرتا ہوں کہ مولویصاحب موصوف کے رسالہ کو دفتر ترقی اسلام سے منگوا کر پڑھیں۔ اور غیر مبایعین میں شائع کریں۔ اس رسالہ کا نام ہی "مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلئ عقاید" ۴۰ صفحہ کا رسالہ ہے قیمت ۱؍ محصولڈاک علاوہ۔ دو پیسہ کے ٹکٹ میں تین رسالے جا سکتے ہیں غیر مبایعین کی درخواست پر مفت بھیجا جائیگا۔ احباب اس رسالہ کو منگوا کر غیر مبایعین میں کثرت سے شائع کریں۔ کیا تعجب ہے کہ اسی رسالہ کے ذریعہ ہمارے بھائی مولویصاحب کی غلطی سے آگاہ ہو کر پھر قادیان کی طرف رجوع کریں؛

قابل تقلید نمونہ

ماسٹر رکن الدین صاحب مدرس فارسی ۔ گوجرانوالہ نے ریویو اُردو کے آٹھ خریدار عطا فرمائے اور مولوی ابوالہاشم خانصاحب چودھری ایم۔اے انسپکٹر مدارس باریسال بنگال نے دو اشخاص کے نام انگریزی ریویو جاری کرائے اور قیمت خود عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ علاوہ اس کے کالج کے طلباء میں رسالہ تقسیم کرنیکے لیئے انگریزی ریویو کے تیس پرچے اپنی گرہ سے قیمت ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

ماسٹر غلام مصطفے صاحب نے ہوشیارپور سے ایک انگریزی ریویو جاری کرایا اور ایک صاحب سے چار روپے اعانت میں دلائے۔ منشی کریم اللہ صاحب پٹواری اور ماسٹر عبدالحق صاحب قادیان نے ایک ایک خریدار ریویو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اور دیگر احباب کو انکے نمونے پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(اڈیٹر ریویو)

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ جون ۱۹۱۵ء - دفتر محاسب

صیغہ تعلیم

آمد: چندہ	فیس مدرسہ	صنعتی	ارضیات	گرانٹ سرکاری	کرایہ مکانات	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: عملہ	سائر	عملہ بورڈنگ	سائر بورڈنگ	[illegible]	وظائف و امداد	صنعتی	ارضیات	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

امانت اندرونی

بقایا سابقہ	آمد	میزان	امانت بیرونی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ

آمد: چندہ	وظائف	فیس بورڈنگ	متفرق	میزان	بقایا گزشتہ	فاضل	عملہ مدرسہ	سائر مدرسہ	عملہ بورڈنگ	سائر بورڈنگ	وظائف	متفرق غیر معمولی	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مساکین

چندہ	وصولی قرض	میزان	بقایا سابقہ	میزان
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

زکوٰۃ

آمد	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: وظائف	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام

آمد: ریویو انگریزی	ریویو اردو	[illegible]	متفرق	اشتہارات	کرایہ مکانات	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: عملہ	ریویو انگریزی	اردو	سائر	تصنیف و تالیف	متفرق غیر معمولی	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

یتامیٰ

آمد	بقایا گزشتہ	میزان	خرچ: وظائف	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال

آمد: لنگر خانہ	متفرق	میزان	فاضل گزشتہ	فاضل	خرچ: عملہ	سائر	خورد و نوش	وظائف	اخراجات [illegible]	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعمیر

آمد: چندہ	بنگہ [illegible]	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: عملہ	تعمیر [illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مستقل فنڈ

مستقل فنڈ
[illegible]

مقبرہ

آمد: حصہ آمد	وصایا	شرط اول	متفرق	میزان	بقایا پیشگی	میزان سابق	عملہ دفتر	سب عملہ	تبلیغ	انتظام جائداد	اخراجات انٹرنس	ناجہبہ	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران ہائی

آمد بورڈران	متفرق	میزان	تقایا	میزان	عملہ باورچیخانہ	خوردونوش	متفرق خرچ	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات

آمد: قیمت	نجیں	فیس بورڈران	متفرقات متفرق	میزان	فاضل گزشتہ	فضل	سکرٹری	محاسب	ناظر	قرضہ حسنہ	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران احمدیہ

آمد	متفرق	میزان	فاضلہ	باقی	باورچیخانہ	خوردونوش	نجیں	متفرق خرچ	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم جولائی سنہ ۱۹۱۵ء

تعلیم	۷	۱۳	۹۶۷۰
تعمیر	۳	۲	۳۶۴۷
اشاعت اسلام	۰	۲	۱۶۶۷
مساکین	۳	۵	۱۵۰۸
زکوٰۃ	۸	۱۰	۲۷۳۰
مقبرہ	۱	۹	۸۱۳۲
امانت اندرونی	۹	۸	۵۳۱۳
" بیرونی	۹	۱۲	۶۹
بورڈران ہائی	۰	۱۰	۱۲۵۴
مستقل فنڈ	۴	۲	۳۹۱۴
میزان	۹	۱۲	۳۷۹۰۸
منہا فاضل	۴	۶	۲۴۵۲۳
باقی	۵	۶	۱۳۳۸۵
منہا پیشگی	۹	۱	۱۳۳۳۹
باقی	۶	۴	۴۶

تفصیل فاضل

مدرسہ احمدیہ	۵	۸	۴۶۸۶
بیت المال	۹	۱۵	۱۴۱۳۱
یتامٰے	۰	۱۵	۱۵۹۷
متفرقات	۵	۶	۳۸۲۴
بورڈران احمدیہ	۹	۸	۲۸۳
میزان	۴	۶	۲۴۵۲۳

تفصیل پیشگی صیغہ جات

تعلیم	۰	۱۴	۱۸۲۰
بیت المال	۳	۹	۲۷۶۹
مقبرہ	۰	۰	۴۸۰
متفرقات	۰	۰	۸۴۵
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعمیر	۶	۱	۶۴۷۳
اشاعت	۰	۰	۳۵۰
میزان	۹	۱	۱۳۳۳۹

محمد اشرف — ناظر

خلیفہ رشید الدین — محاسب

ریویو

کسر صلیب کچھ عرصہ ہؤا- چند نوجوانوں نے بہ سرپرستی جناب سید محمد اسحٰق صاحب (مولوی فاضل) نے ایک انجمن یادگار احمد قائم کی- جس کے مقاصد میں سب سے بڑا مقصد یہ رکھا کہ اسلام کے مخالفین عموماً اور آریہ و نصاری خصوصاً اس انجمن کے مدنظر ہونگے - ان تمام مذاہب کے بطلان میں حسب موقع و استطاعت اسکی طرف سی چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع ہوتے رہیں اس انجمن کی طرف سی پہلا ٹریکٹ بنام کسر صلیب نمبر ۱ نکل چکا ہی اور اب کسر صلیب نمبر ۲ شائع ہؤا ہے - جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب کی تصنیف لطیف ہی- اسمیں عیسائیوں سے اکیس ایسے مطالبات کیئے گئے ہیں جن کا وہ ہرگز ہرگز جواب نہیں دے سکتے - اور یہ وہی مطالبات ہیں- جو گوجرانوالہ کے مباحثہ میں عیسائیوں کے لائق مباحث پادری جوالہ سنگھ صاحب سے دوران مباحثہ میں کیئے گئے تھے- جنکا جواب پادریصاحب بالکل نہ دی سکے - چونکہ احمدی احباب کو عیسائیوں سی اکثر گفتگو کرنے کا موقع پیش آتا رہتا ہی - اگر یہی مطالبات جو اس ٹریکٹ میں درج ہیں- عیسائیوں کے سامنے پیش کیئے جائیں- تو امید ہے- کہ وہ انکا جواب دینے میں عہدہ برآ نہ ہوسکیں گے- احباب ضرور اس ٹریکٹ کو منگواکر مستفیض ہوں اسکی قیمت علاوہ محصولڈاک ایک کی ، دس کی ۴ ، پچیس (۲۵) کی ۸ ، پچاس کی ۱۴ ، پچھتر (۷۵) کی ایک روپیہ سو (۱۰۰) ٹریکٹوں کی سوا روپیہ ہے- ملنے کا پتہ سکرٹری انجمن یادگار احمد قادیان اگر احباب زیادہ تعداد میں ٹریکٹ منگواکر عیسائیوں میں تقسیم کریں- تو امید ہے- کہ بہت مفید ثابت ہوں- نیز انجمن مذکور کو اس طرح جلدی ہی موقع ملیگا- کہ کوئی اور ٹریکٹ شائع کرسکے ٭

بدر ٹریکٹ سیریز مکرمی جناب مفتی محمد صادق صاحب نے یہ سلسلہ جاری کیا ہی- جو امید ہے- کہ مفتی صاحب کی قابلیت کیوجہ سے بہت مفید ثابت ہوگا- ۲ نمبر شائع ہوچکے ہیں پہلے کا نام "پرانے دوستوں کو ایک پیغام" اور دوسرے کا نام "اسلام اور عیسائیت" ہے مضامین کی خوبی دیکھنے سی تعلق رکھتی ہی- جناب مفتی صاحب نے اس سلسلہ مضامین کے سو صفحہ کی قیمت عہ رکھی ہی- احباب فائدہ اٹھانے کیلئے خریداری کی درخواستیں جناب مفتی صاحب کی خدمت میں ارسال کردیں ٭

پیغام حنیف حاجی محمد حنیف صاحب احمدی سوداگر دہرہ دون نے ایک مختصر سی کتاب سلسلہ احمدیہ کی تائید میں لکھی ہی- اور موجودہ زمانہ کے مولویوں کی عبرت ناک حالت کا نقشہ بہت عمدہ الفاظ میں کھینچا ہی- اور بتانا ہی- کہ واقعہ میں اس زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کے آنیکی ضرورت تھی- اس کتاب کو برادرم محمد یمین صاحب احمدی تاجر کتب قادیان نے طبع کراکر فائدہ عام کیلئے شائع کیا ہی- اور امر فیجلد قیمت رکھی ہی- مفت اشاعت کرنیوالوں کیلیئے خاص رعایت رکھی ہی- یعنی ایک روپیہ میں ۲۰ جلدیں احباب خود منگواکر پڑھیں اور دوسروں میں تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں ٭

Reg. NO. L 303

ڈاکٹر ایس کے برمن کا

لال شربت بنایا ہوا **لال شربت**

بچوں کے لیئے ایک ہی دوا ہے - ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت ۔
شیر خوارہ بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے - دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں - پائخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے - پیٹ اونچا ہوجاتا ہے ہاتھ پانوٗں لاغر ہو جاتے ہیں - دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں - غذا جزو بدن نہیں ہوتا ۔ اِن سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کے واسطے کمزور ہو جاتے ہیں - ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں ۔
زچہ کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنے سے لاغری جاتی رہیگی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہیں گے پوری حالت کی فہرست جسمیں سارٹیفکٹ بھی درج ہیں منگوا کر دیکھیئے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصول ۴ر تین شیشی ۲ع محصول ۱ار

اس برسات کے

موسم میں جاڑہ دیکر بخار باری سے ہوگا ۔ یہ ملیریا کی پہلی حالت ہے - اچھی طرح اگر علاج نہیں کیا جاوے تو خون کو پانی کر دیتا ہے - تلی بڑھ جاتی ہے اور جسم لاغر ہو جاتا ہے اس شکایت کو دور کرنے میں ڈاکٹر ایس کے برمن کا

فصلی بخار و تلی کی دوا

ایک ہی دوا ہے تین چار خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے تلی گل جاتی ہے اور جلد آرام ہوجاتا ہے - قیمت بڑی شیشی ۱۴ر محصول ۶ر خورد شیشی ۱۰ر محصول ۵ر

Digitized by Khilafat Library

پیپرمنٹ کا تیل

پیپرمنٹ کا تیل درد - بدہضمی اور ریاح کے فساد کے لیئے ایک بہت ہی مشہور دوا ہے - یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے - ولائیتی پیپرمنٹ سے کہیں بڑھکر بہتر اور مفید ہے - اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا کر ایک کی تین تین شیشیاں بنا کر لوگ بازار میں چار چار آنے اور چھ چھ آنے پر بیچتے ہیں - قیمت آدھ اونس شیشی دس آنہ اور محصول ڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک پانچ آنہ ۵ر

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہوجاتا ہے قیمت ۴ر پچکاری کان صاف کرنے کی ۴ر خرچ ہر دو چیز کا ۵ر

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ ۔

مطبع میگزین قادیان میں منشی محمد نصیب پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے چھپکر صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کیلیئے شائع ہوا ۔